ہر اتوار کو روزنامہ اسلام کے ساتھ شائع ہوتا ہے

اتوار ۱۰ شعبان المعظم ۱۴۴۶ھ مطابق ۹ فروری ۲۰۲۵ء

بچوں کا اسلام

۱۱۷۳

پاکستان کا سب سے زیادہ شائع ہونے والا بچوں کا مقبول ترین ہفت روزہ

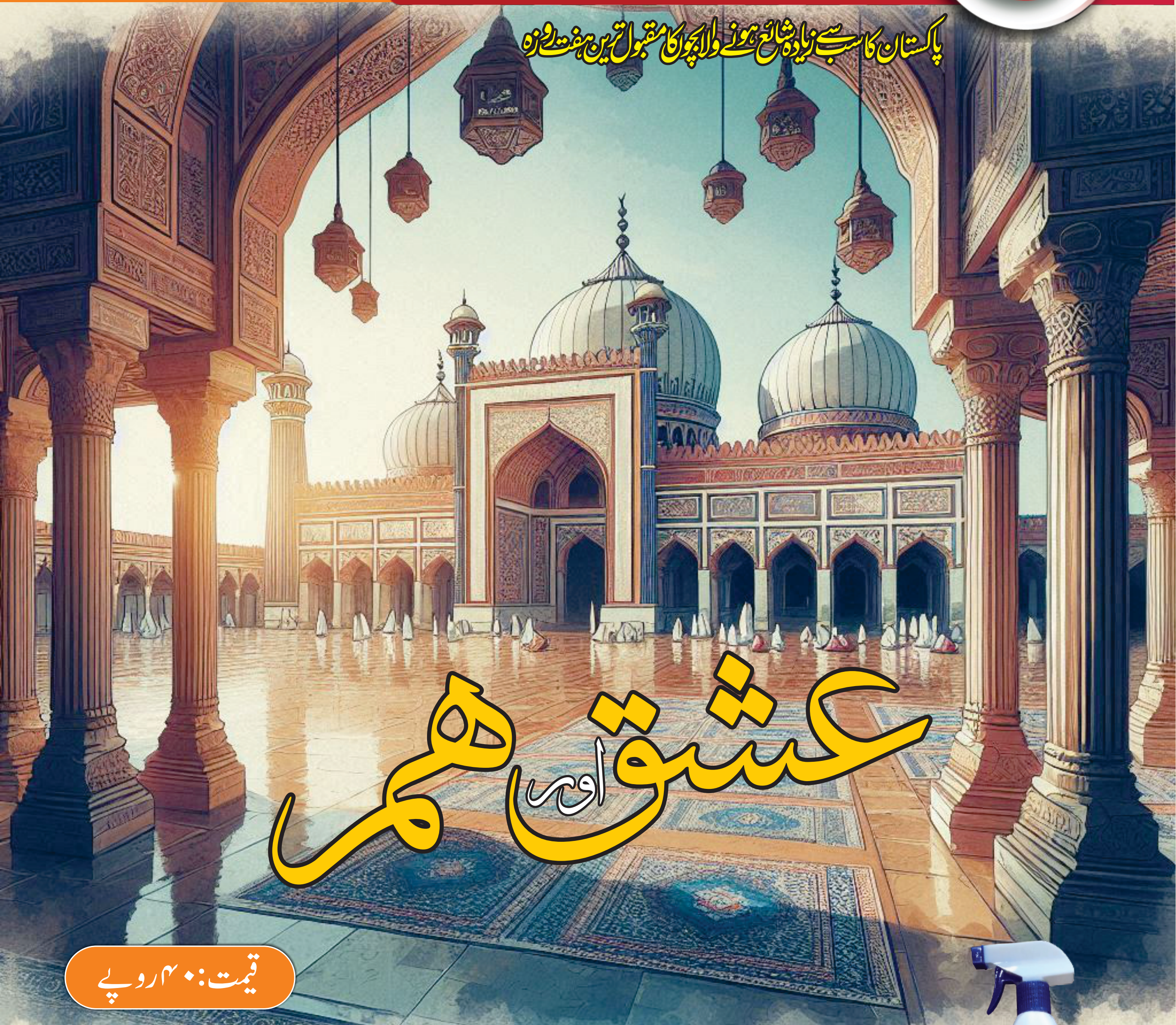

عشق اور ہم

قیمت: ۴۰ روپے

aci

Blood Bgone

Blood Stain Remover

خون کے دھبے مٹانے کا واحد اسٹین ریموور

LADIES WEAR | CLOTHING | BEDSHEETS | CARPETS / SOFA

Imtiaz پر دستیاب ہے

ہمیشہ زندہ رہنے کی امید

اور آپ انھیں حیات کا حریص اور لوگوں سے بڑھ کر پائیں گے اور مشرکین میں سے بھی ہر ایک اِس ہوس میں ہے کہ اس کی عمر ہزار برس کی ہو جائے اور یہ امر عذاب سے تو نہیں بچا سکتا کہ لمبی عمر مل جائے اور ان کے سب اعمال اللہ تعالیٰ کے پیشِ نظر ہیں۔

(سورۃ البقرہ: آیت 96)

اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی امید

حضرت فضالۃ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’اے اللہ! جو شخص آپ پر صدقِ دل سے ایمان لائے اور میرے رسول اللہ ہونے کی گواہی دے تو آپ اس کے دل میں اپنی ملاقات کا شوق ڈال دیجیے۔ اس کے لیے موت آسان کر دیجیے اور اس کو دنیا کا سامان بقدرِ ضرورت فراہم کیجیے۔‘‘ (طبرانی)

عمر ثانی

عبدالعزیز خان۔ حیات آباد پشاور

خلیفۃ المسلمین جناب حضرت عمر بن عبدالعزیز نے خلافت ملنے کے بعد تین دن تک لوگوں سے ملاقات نہیں کی۔ لوگ انتظار کرتے رہے کہ ان کے بارے میں کیا احکامات صادر ہوتے ہیں۔ آخر تین دن بعد آپ نے عام اجلاس بلایا۔ آپ نے اعلان فرمایا:

’’تمام کام شریعت کے مطابق ہوں گے کتاب و سنت کے مطابق فیصلے ہوں گے، عادلانہ نظام چلے گا۔‘‘

آپ زندگی کے آخری لمحات تک اسی طریقے پر گامزن رہے۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا:

’’لوگو! تم سب کو ایک دن اللہ کے سامنے کھڑے ہونا ہے، میں بھی کھڑا ہوں گا، اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر کیے ہیں اور کچھ سنتیں جاری کی ہیں، جو شخص ان پر عمل کرے گا، وہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے جا ملے گا اور جو ان کو چھوڑ دے گا، اسے مٹا دیا جائے گا، جو شخص میرے ساتھ رہنا چاہتا ہے، اسے پانچ چیزوں کا خیال رکھنا ہوگا۔ (1) جن لوگوں کی ضرورتیں مجھ تک نہیں پہنچ پاتیں، ان کی ضرورتیں مجھ تک پہنچائے (2) عدل اور انصاف کی جو صورتیں میرے علم میں نہیں، ان کے بارے میں رہنمائی کرے (3) حق و انصاف کے قیام کے سلسلے میں میری مدد کرے (4) میری اور تمام لوگوں کی امانت کا حق ادا کرے (5) میرے سامنے کسی کی برائی نہ بیان کرے۔

جو شخص ان پانچ باتوں پر عمل نہیں کر سکتا، اسے میرے ساتھ رہنے کا کوئی حق نہیں۔ آپ نے پہرے داروں سے فرمایا:

’’جب میں باہر آنے لگوں تو کھڑے ہونے کی ضرورت نہیں، نہ مجھے سلام کرنے میں تم پہل کرو، میں باہر آ کر تمھیں السلام علیکم کہوں گا۔‘‘

آپ نے لوگوں سے فرمایا:

’’رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور خلفائے راشدین کی بہت سی سنتیں ہیں، ان پر عمل کرنا اللہ کی کتاب کو مضبوط پکڑنا ہے، ان سے اللہ کے دین میں قوت حاصل ہے، ان میں تبدیلی کا کسی کو حق نہیں، نہ سنت کے خلاف کوئی کام کرنا اچھا ہے، جو شخص ان سنتوں سے ہدایت حاصل کرے، وہ ہدایت پر ہوگا اور جو ان سے مدد لے، اس کی مدد ہوگی اور جو شخص ان سنتوں کو چھوڑ دے، وہ راہِ ہدایت سے ہٹ جاتا ہے، پھر وہ جدھر جائے گا، اللہ تعالیٰ اسے اسی طرف پھیر دیں گے اور اسے جہنم میں جھونک دیں گے اور وہ لوٹنے کی بہت بری جگہ ہے۔‘‘

امام مالک رحمہ اللہ آپ کے اس ارشاد کے بارے میں فرماتے ہیں:

’’مجھے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی یہ بات بہت پسند ہے۔ اس سے سنتیں زندہ ہوتی ہے۔‘‘

آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا تو اس میں فرمایا:

’’لوگو! تمہارے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں (ختم نبوت زندہ باد) جو کتاب آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر اتاری گئی، نہ اس کتاب کے بعد کوئی کتاب ہے۔ اب جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبان سے حلال ٹھہرا دیں، وہ قیامت تک حلال ہی رہیں گی اور جن چیزوں کو آپ کی زبان سے حرام ٹھہرا دیا، وہ مکمل حرام ہی رہیں گی، خوب سمجھ لو، میں فیصلہ کرنے والا نہیں، میں تو بس اللہ اور رسول کے فیصلوں کو اللہ کی خاطر نافذ کرنے والا ہوں، میں کوئی نیا راستہ نہیں نکالوں گا، بلکہ پہلوں کے راستے پر چلوں گا، سن لو! اللہ کی نافرمانی کی صورت میں کسی کی فرماں برداری جائز نہیں، میں تم سے بہتر نہیں ہوں، تم ہی میں سے ایک فرد ہوں، البتہ میری ذمے داریاں تم سب سے زیادہ ہیں، لوگو! سب سے افضل عبادت فرائض کا ادا کرنا اور محرمات سے بچنا ہے (یعنی جو چیزیں حرام کر دی گئیں) بس مجھے یہی کہنا تھا، میں اپنے لیے اور تمہارے لیے اللہ کے حضور استغفار کرتا ہوں۔‘‘

خلیفہ بنتے ہی آپ نے عیش و عشرت پر لات مار دی۔ طرح طرح کے کھانے بند کر دیے۔ جب آپ کا کھانا تیار ہو جاتا تو کسی برتن میں رکھ کر اس کو ڈھانپ دیا جاتا۔ جب آپ تشریف لاتے تو اسے خود ہی اٹھا کر تناول فرما لیتے۔

☆☆☆

انتخاب: ایاز سلیم

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

حنبل نامی ایک شخص خراسان کے شہر مرو میں رہتے تھے۔ کسی وجہ سے انھوں نے اپنا وطن چھوڑا اور 164 ہجری میں بغداد چلے آئے۔ اس وقت ان کے ہاں بچہ پیدا ہونے والا تھا۔ بغداد آنے کے کچھ ہی دن بعد ان کا انتقال ہوگیا اور ربیع الاول 164 ہجری میں ان کے ہاں بچہ پیدا ہوا۔ ماں نے اس بچے کا نام احمد رکھا۔ یہ بچہ امام احمد بن حنبل شیبانی بغدادی کے نام سے مشہور ہوا۔

امام صاحب کی والدہ قبیلہ بنی شیبان سے تھیں۔ ان کی والدہ کا نام صفیہ بنتِ میمونہ بنتِ عبدالملک شیبانی تھا۔ مطلب یہ کہ امام احمد بن حنبل کے نانا کا نام عبدالملک تھا۔ یہ قبیلہ شیبان کے سرداروں میں سے تھے۔ ان کے ہاں مرو میں عرب کے قبائل آتے تھے۔ یہ ان کی خوب خاطر تواضع کیا کرتے تھے، امام صاحب کے والد حنبل بھی ان دنوں مرو میں انھی کے ہاں رہتے تھے۔ پھر انھوں نے ان کی صاحب زادی سے شادی کرلی۔

ماں نے اپنے یتیم بچے کو بہت پیار سے پالا۔ خوب ذوق شوق سے انھیں تعلیم دلوائی۔ احمد بن حنبل اپنی والدہ کے ساتھ بہت محبت سے پیش آتے تھے۔ آپ بچپن ہی سے مکتب میں تعلیم حاصل کرنے لگے تھے اور اسی زمانے میں ان کی شرافت، نیک نفسی اور بزرگی کی شہرت ہوگئی تھی۔

اس زمانے میں خلیفہ رقّہ کے مقام پر تھا۔ بغداد کے امیر اور وزیر اس کے ساتھ تھے۔ وہ اپنے گھر والوں کو خط لکھا کرتے تھے۔ ان کے خطوط جب بغداد میں پہنچتے تو ان امیروں اور وزیروں کی عورتیں مکتب کے معلم کو پیغام بھجواتیں کہ خطوط کے جوابات لکھنے کے لیے احمد بن حنبل کو بھیج دیں، تا کہ وہ ہمارے خطوط کے جوابات لکھ دیں۔

امام احمد بن حنبل وہاں آتے اور سر جھکا کر بیٹھ جاتے۔ اسی حالت میں خطوط کے جوابات لکھتے رہتے۔ یعنی نگاہ اوپر نہیں اٹھاتے تھے، یہ حالت تھی آپ کی بچپن میں بھی۔

ابو سراج کہتے ہیں:

’’میرے والد، امام احمد بن حنبل کی شرم و حیا اور شرافت پر حیران ہوتے تھے اور کہا کرتے تھے، میں اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت پر کافی دولت خرچ کرتا ہوں۔ ان کے لیے استاد مقرر کرتا ہوں کہ وہ ادب سیکھیں مگر میں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو رہا ہوں۔ دوسری طرف احمد بن حنبل یتیم لڑکا ہے، لیکن تعلیم کے میدان میں کس قدر تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے۔‘‘

امام صاحب نے مدرسے کی تعلیم کے بعد 16 سال کی عمر میں حدیث کی تعلیم شروع کی۔ آپ نے تعلیم کی ابتدا قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کے درس کے حلقے سے کی۔ آپ خود کہتے ہیں: ’’میں نے سب سے پہلے امام ابو یوسف سے حدیث سیکھی۔‘‘

امام صاحب نے بغداد کے حدیث کے اساتذہ سے علم حاصل کرنے کے بعد کوفہ، بصرہ، مکہ، مدینہ، یمن، شام جزیرہ ابادانی وغیرہ کا سفر کر کے وہاں کے اساتذہ سے علم حاصل کیا۔

☆☆☆

شرافت منور سیال

وہ کر دکھایا!

اور پھر تماشائیوں نے وہ منظر دیکھا جو شاید ہی کبھی کسی نے دیکھا ہو۔ دوڑ کے مقابلے میں حصہ لینے والے سب بچے اس لکیر پر تیار کھڑے تھے جہاں سے دوڑ شروع کرنی تھی۔ وہ سیٹی بجنے کا انتظار کر رہے تھے۔

اور پھر مقررہ وقت پر سیٹی بجائی گئی اور سبھی بندوق سے نکلی گولی کی طرح اپنے ہدف (یعنی وننگ پوائنٹ) کی جانب بڑھے۔

تماشائیوں میں دوڑ میں حصہ لینے والوں کے والدین اور رشتے دار شامل تھے۔

وہ اپنے اپنے بچوں کی حوصلہ افزائی کر رہے تھے۔ ملی جلی آوازوں کا شور پورے اسٹیڈیم میں چھایا ہوا تھا۔ اچانک سولہ سترہ سال کا ایک نوجوان لڑکا منہ کے بل گرا۔

اس کا گھٹنا چھل گیا، زخم سے خون بہنے لگا۔

پھر اس نے جو حرکت کی، اسے دیکھ کر کچھ لوگ ہنسنے لگے زخم سے رِستے خون کو دیکھ کر گھٹنا پکڑے وہ نوجوان کسی دو سالہ بچے کی طرح رونے لگا۔

اس کے رونے کا انداز کچھ لوگوں کو شاید بہت مضحکہ خیز لگا ہو لیکن اُس کے والدین آنکھوں میں آنسو لیے اسے دیکھ رہے تھے اور پھر تماشائیوں نے وہ منظر دیکھا جو شاید ہی کبھی کسی نے دیکھا ہو۔

ہوا یوں کہ اپنے ساتھی کے رونے کی آواز سن کر ہدف کے قریب پہنچنے والے تمام بچے یک دم رک گئے۔

سب نے ایک دوسرے کی آنکھوں میں جھانکا۔

اور پھر یکا یک سب پیچھے کی طرف مڑے اور اپنے گرنے والے ساتھی کے قریب دوڑ کر آئے۔

دو نے اسے سہارا دے کر اسے اٹھایا اور پھر سب ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر ایک ساتھ ہدف کی طرف بڑھے۔ سب نے مل کر ہدف کراس کرلیا۔

یہ انوکھا منظر دیکھ کر مجمع پر سکتہ طاری ہوگیا۔ تالیوں کا شور تھم چکا تھا۔ سبھی سحر زدہ تھے۔ ج

اور پھر جب لوگوں کو ہوش آیا تو پورا اسٹیڈیم تالیوں سے گونج اٹھا۔ ذہنی معذور بچوں نے وہ کر دیا جس کی امید ہوش مندوں سے نہیں کی جاسکتی تھی۔ اُن کی یہ محبت اور بھائی چارہ دیکھ کر کوئی ایک آنکھ بھی ایسی نہیں تھی جو نم نہ ہوگئی ہو۔

جی ہاں! یہ دوڑ ذہنی امراض میں مبتلا بچوں کے ایک ادارے میں ہو رہی تھی۔

اس واقعے میں نارمل صحت مند لوگوں کے لیے بڑا سبق ہے۔

☆☆☆

خط کتابت کا پتا: دفتر روز نامہ اسلام، ناظم آباد، کراچی bkislam4u@gmail.com, 021 366 099 83

ادارہ روزنامہ اسلام کی تحریری اجازت کے بغیر بچوں کا اسلام کی کوئی تحریر کہیں شائع نہیں کی جاسکتی۔ بصورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کرنے کا حق رکھتا ہے۔

سالانہ زرِ تعاون: اندرونِ ملک 2000 روپے بیرونِ ملک ایک میگزین 25000 روپے دو میگزین 28000 روپے انٹرنیٹ: www.daily islam.pk

حسن عابدی

اور چوری پکڑی گئی

آج کل امتحان ہو رہے ہیں۔ طالب چچا نے پوچھا: ''کیوں بچو! تمھارے پرچے کیسے ہوئے؟''

سیما بولی: ''بس ہو ہی گئے، دو سوال چھوٹ گئے۔''

ریاض نے کہا: ''طالب چچا! اس سے پوچھیے دو سوال کیسے چھوٹ گئے؟ دراصل اسے قمیص کی جیب سے کارتوس نکالنے کا موقع نہیں ملا۔''

''یہ کارتوس کیا ہوتا ہے؟'' طالب چچا نے حیرت سے سوال کیا: ''کیا تم لوگ امتحان کمرے میں رائفل اور کارتوس بھی ساتھ لے جاتے ہو؟''

میں نے کہا: ''ننھے ننھے پرزے ہوتے ہیں، جن پر بچے سوالوں کے جواب لکھ کر ساتھ لے جاتے ہیں۔''

''یہ تو بہت بری بات ہے۔'' طالب چچا بولے: ''نقل کر کے امتحان پاس کرنا؟ تف ہے ایسی کامیابی پر!''

ریاض نے سوال کیا: ''طالب چچا کیا آپ لوگ امتحان میں نقل نہیں کرتے تھے۔''

طالب چچا بولے: ''ہمارے زمانے میں ایک تو سختی بہت ہوتی تھی، دوسرے اچھے بچے ایسی باتوں سے بہت دور رہتے ہیں۔ آٹھویں کلاس میں ہم نے نقل کرنے کا انجام دیکھ لیا تھا جب بدرل کی ٹوپی سے تاریخ کا خلاصہ پکڑا گیا اور ہمارے کلاس ٹیچر بیگ صاحب نے بدرل کو کان سے پکڑ کر پورے ہال میں دو چکر لگوائے تھے۔ توبہ توبہ ایسی ذلت کسی کی نہ ہوئی ہوگی ہم سب نے اپنے اپنے کانوں کو ہاتھ لگائے۔''

یہ قصہ سنا کر طالب چچا بولے: ''ہمارے ریاضی کے استاد تھے شریف صاحب۔ دبلے پتلے، پستہ قد لیکن آواز کراری پائی تھی۔ دبے پاؤں چلتے تھے اور دشمن کے سر پر اچانک پہنچتے تھے۔ نویں کلاس کے امتحان میں شریف صاحب ہمارے نگراں تھے۔ پرچے تقسیم کرنے کے بعد انھوں نے اپنے تھیلے میں سے روز کا اخبار نکالا اور اونچی کرسی پر آرام سے پاؤں پھیلا کر بیٹھتے ہوئے بولے: ''میرے اچھے دوستو! اپنا اپنا کام کرو۔ ادھر ادھر دیکھنے، کھسر پھسر کرنے اور نقل کرنے کی کوشش ہرگز نہ کرنا ورنہ اس کی سخت سزا ہے۔ اب میں تم پر اعتبار کرتا ہوں اور تمھاری کامیابی کی دعا کرتا ہوں۔''

یہ کہہ کر شریف صاحب نے اخبار کے ورق کھولے اور آرام سے پڑھنے لگے۔ ذرا دیر بعد ہم نے دیکھا کہ پورا اخبار ان کے منہ پر پھیلا ہوا تھا اور وہ اخبار دیکھتے دیکھتے شاید اونگھ گئے تھے یا واقعی سو رہے تھے۔ لڑکوں نے جب دیکھا کہ میدان صاف ہے تو پہلے آپس میں اشارے شروع ہوئے، پھر لڑکوں نے جیب سے پرزے نکال لیے۔ ایک دو نے تو آپس میں نوٹس کا تبادلہ بھی کیا۔

اچانک اخبار اڑ کر زمین پر جا گرا اور شریف صاحب چیتے کی طرح انگڑائی لے کر کھڑے ہو گئے۔ انھوں نے وہیں سے للکارا: ''میں سب دیکھ رہا ہوں۔''

پھر انھوں نے ایک ایک کا نام لے کر آواز دی: ''کھڑے ہو جاؤ، ادھر آؤ، باہر نکلو!''

معلوم ہوا کہ شریف صاحب نے جو اپنے نام سے زیادہ شریف تھے، اس روز کے اخبار میں بہت سے سوراخ بنا لیے تھے جن سے وہ سارے ہال کا منظر آنکھیں کھولے دیکھ رہے تھے، اور لڑکے یہ سمجھ رہے تھے کہ انھوں نے اخبار منہ پر پھیلا رکھا ہے تو یقیناً سو رہے ہوں گے۔ انھوں نے سبھی کی چوریاں پکڑیں اور سزائیں بھی دلوائیں۔

لیکن اس سے زیادہ خطرناک واقعہ بورڈ کے امتحان میں پیش آیا۔ ہمارا ایک دوست تھا شابو، بہت موٹا تھا اس لیے 'شابو موٹا' کہلاتا تھا۔ لڑکے اس سے ڈرتے بھی بہت تھے۔ مجھ سے کہنے لگا: ''میری تمھاری سیٹیں ساتھ ساتھ ہیں اس لیے میری مدد ضرور کرنا۔''

میں نے صاف انکار کر دیا لیکن بدرل بولا: ''کوئی حرج نہیں تمھاری مدد میں کروں گا۔''

اس دن اردو کا پرچہ تھا۔ بدرل اپنی دونوں جیبوں میں اردو کے نوٹس چھپا کر لایا تھا۔ اس نے شابو کو اشارے سے بتایا کہ فکر نہ کرنا، میری دونوں جیبیں بھری ہوئی ہیں۔ اس اشارے بازی کے بعد جو واقعہ پیش آیا وہ ہمارے اسکول کی تاریخ میں آج تک ریکارڈ کے طور پر محفوظ ہے۔

بدرل نے سر اٹھا کر کر پہلے تو پانی کی فرمائش کی، پھر ایک انگلی کا اشارہ کیا کہ مجھے غسل خانے جانا ہے اور چہرے پر ایسی بے بسی طاری کر لی کہ معاملہ بہت ضروری ہے۔

نگراں نے کہا: ''جاؤ!''

بدرل تیزی سے باہر نکل گیا۔ اب شابو موٹا اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔ اس نے بھی ایک انگلی کا اشارہ کیا۔ نگراں نے خوش دلی سے کہا: ''ہاں تم بھی جاؤ۔''

اشتیاق احمد ریڈرز کلب

آپ کے محبوب مصنف کی کتابیں اور ناول اب ہر مہینے باقاعدگی سے شائع ہو رہے ہیں۔

خود بھی ممبر بنیے اور اپنے دوستوں کو بھی بنائیے۔ آپ کسی عزیز رشتہ دار کو ممبر شپ گفٹ بھی کر سکتے ہیں۔

اس ماہ فروری میں شائع ہونے والی کتابیں یہ ہیں۔

ہر ماہ 3 جاسوسی ناول، 1 اسلامی یا تاریخی کتاب اور 1 کہانیوں کا مجموعہ کل 5 تصنیفات

سب سے سچے قصے (آسان قصص القرآن) — قیمت: -/450 روپے

آپ کا مجرم (جاسوسی کہانیوں کا مجموعہ) — قیمت: -/550 روپے

ہاتھی میں بم (انسپکٹر جمشید سیریز) — قیمت: -/250 روپے

پُراسرار وارداتیں (انسپکٹر کامران مرزا سیریز) — قیمت: -/250 روپے

کالی کتاب (شوکی سیریز) — قیمت: -/250 روپے

5 کتابوں کے اس سیٹ کی کل قیمت مع ڈاک خرچ 2000 روپے

اشتیاق احمد ریڈرز کلب کے ممبران کے لیے رعایتی قیمت صرف 750 روپے

یہ ممبر شپ حاصل کرنے کے لیے 6 ماہ کی 30 کتابوں کی رعایتی قیمت 4500 روپے اکٹھے ادا کرنا ضروری ہیں۔ ہوم ڈیلیوری فری

آئندہ ماہ مارچ میں شائع ہونے والی کتابیں

- موت کی قیمت (انسپکٹر جمشید سیریز)
- موت کا کھیل (انسپکٹر کامران مرزا سیریز)
- عجیب کیس (شوکی سیریز)
- روشن مشعلیں (صحابیات کے حالات)
- رنگے ہاتھوں (جاسوسی کہانیوں کا مجموعہ)

کلب کا مقصد بچوں کی تعلیم و تربیت اور تفریح کے لیے لکھی گئی اشتیاق احمد کی تحریروں کو کتابی صورت میں شائع کر کے قارئین تک پہنچانا ہے۔ اپنے محبوب مصنف کی تحریروں کو عام کرنے میں ہمارا ساتھ دیجیے۔

کلب کا ممبر بننے اور دیگر معلومات کے لیے رابطہ کیجیے 0349-4892240

اپنے پروگرام کے مطابق وہ بھی ہال سے باہر نکل گیا۔

بڑی دیر ہو گئی۔ بدرل اور شابو دونوں واپس نہیں آئے۔ پھر جب امتحان کا وقت ختم ہوا، گھنٹی بجی اور ہم سب باہر نکلے تو دیکھا کہ ہیڈ ماسٹر کے دفتر کے سامنے دونوں مرغا بنے ہوئے ہیں۔ دونوں نے معافی مانگ کر بڑی مشکل سے اپنی جان بچائی۔

میں نے بدرل اور شابو دونوں دوستوں سے پوچھا: ''یار بتاؤ تو سہی یہ حادثہ کیسے گزرا؟''

بدرل بولا: ''غسل خانے میں داخل ہونے کے بعد میں نے کاغذ کے پرزے جیب سے نکالے اور ساتھ والے غسل خانے سے شابو کے کھانسنے کا انتظار کرنے لگا۔ میں نے اسے امتحان ہال سے باہر نکلتے دیکھ لیا تھا، ساری اسکیم پہلے سے طے تھی لیکن......''

شابو نے کہا: ''اب تم میری بھی تو سنو۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے مجھے راستے میں دیکھا تو روک لیا اور کہا پہلے لڑکے کو واپس آنے دو، پھر وہ حضرت خود غسل خانے کی طرف چل پڑے اور میں کھڑا اُن کا منہ دیکھتا رہ گیا۔''

''پھر یہ ہوا'' بدرل نے کہانی کا سرا جوڑتے ہوئے کہا: ''کہ میں نے جب ساتھ کے غسل خانے سے کھانسی کی آواز سنی تو مرزا رفیع سودا کی سوانح عمری فر فر پڑھ کر سنانے لگا۔ ابھی میں درمیان میں ہی تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی اور ایک گرج دار آواز سنائی دی: ''شامت آئی ہے کیا؟''

میری تو جان ہی نکل گئی۔ ڈرتے ڈرتے دروازہ کھولا تو ہیڈ ماسٹر صاحب لال لال آنکھیں نکالے موت کے فرشتے کی طرح سر پر سوار تھے۔ انھوں نے مجھے کان سے پکڑا اور پلٹتے ہی چپڑاسی کو آواز دی: ''پکڑنا اس لڑکے کو، کیا نام ہے اس کا، شہاب الدین خبردار جانے نہ پائے۔''

شابو بولا: ''ابھی میں بھاگنے کے لیے دائیں بائیں دیکھ ہی رہا تھا کہ چپڑاسی نے آ کر گردن دبوچ لی۔''

پھر یہ ہوا کہ ماسٹر صاحب نے دونوں شریر لڑکوں کے سر آپس میں ٹکرا دیے اور اس کے بعد مرغا بنا دیا۔''

طالب چچا مسکرا رہے تھے اور ہم سب توبہ کر رہے تھے۔

عبدالصمد زاہد۔ ملتان

جواہرات سے قیمتی

۱: وہ شخص کبھی تمھارا خیر خواہ نہیں ہو سکتا جو تمھارے سامنے دوسروں کی غیبت کرے۔

۲: جو تمھارے سامنے دوسروں کی برائیاں بیان کرتا ہو، وہ دوسروں کے سامنے تمھاری برائیاں بھی بیان کرتا ہوگا۔

۳: بدقسمت ہے وہ شخص جو لوگوں سے ملے تو ان سے ایسی باتیں کرے جن سے خود اس کے بھی اور لوگوں کے بھی برے اعمال میں اضافہ ہو جائے۔

۴: اگر چاہتے ہو کہ تمھیں راحت نصیب ہو تو پھر زبان کو شکوے شکایت اور غیبت سے روکے رکھو۔

۵: جب بھی لوگوں سے ملو، اچھے اخلاق سے ملو اور ان سے ایسی باتیں کرو جن سے تمھارے نیک اعمال میں اضافہ ہو۔

۶: زبان ایک ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے انسان کسی کے دل میں اتر جاتا ہے یا دل سے اتر جاتا ہے۔

ایک اہم جنگی ہتھیار

حافظ عبدالرزاق خان

پورے علاقے میں ان کی ایک شان تھی۔ اپنے تو اپنے پرائے بھی ان سے محبت اور محبت سے زیادہ عقیدت رکھتے تھے۔ علمی لحاظ سے اتنے قدآور کہ بڑے بڑے مفتی ان کے حُجرے میں دیکھے گئے۔ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے چشم و چراغ تھے۔ خطیب بھی بلا کے تھے۔ گویا خداوند عالم نے ان کو بہت سی خصوصیات سے سرفراز کیا تھا۔ طلبا دیکھیں تو انھیں جید عالم نظر آئیں۔ سالکین دیکھیں تو شیخ و مربی کے رُوپ میں دکھائی دیں۔ اور مبلغین دیکھیں تو انھیں دینی دعوت کے علمبردار نظر آئیں۔ انھیں گلی محلے میں پھرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ بس مسجد، مدرسہ، خانقاہ اور خاص اوقات میں تبلیغی مراکز۔ ان کی سرگرمیوں کا محور یہی جگہیں تھیں۔

یعنی وہ ان مبارک جگہوں کے علاوہ کہیں جاتے ہی نہیں تھے۔

غزہ کے حالات نے ان کی سوچ کو بہت حد تک بدل ڈالا تھا۔ آج وہ اپنی مسجد کے مؤذن، مدرسے کے دو بڑے طلبہ اور دو مریدوں (جو کہ بڑے تاجر بھی تھے) کے ہمراہ شہر کے تجارتی مرکز میں دیکھے گئے۔ وہ بڑی متانت اور سنجیدگی سے گشت کر رہے تھے۔ لگتا ہی نہیں تھا کہ یہ وہی جوشیلے خطیب ہیں جن کے سامنے کوئی ٹھہر نہیں سکتا۔

ایک جنرل اسٹور پر گئے تو دکان دار نے بات تو بڑے غور سے سُنی مگر آخر میں یہ کہہ کر معذرت کرلی: ''حضرت اگر ہم اسرائیلی مصنوعات کا بائیکاٹ کردیں تو پھر تو ہمارے پاس حیدری پھکی اور ہاشمی سرمہ ہی رہ جاتے ہیں۔''

اس پر آس پاس کھڑے لوگوں نے زوردار قہقہہ لگایا۔

وہ کھسیانے سے ہوکر رہ گئے۔

دونوں طلبہ کے ہاتھوں میں فلسطینی پرچم بھی تھے۔ بعض من چلوں نے سمجھا چندہ مہم شروع ہے۔ ایک کریانے والے نے انھیں اپنی دکان کی اَور آتے دیکھا تو دور سے ہی ہانک لگائی: ''حضرت جی! آج کس چندہ مہم پر نکلے ہیں، کل جمعہ میں ہم ہفتہ وار چندہ دے کر تو آئے تھے۔''

''نہیں عقیل صاحب! ہم چندے کے لیے نہیں نکلے ہیں۔ بلکہ اس لیے نکلے ہیں کہ وہ جو چندے کے ڈبے آپ نے اپنی دکان میں اسرائیل کی امداد کے لیے رکھے ہوئے ہیں، انھیں ہٹالیں۔''

حضرت نے دھیمے انداز سے کہا۔

''کون سے چندے کے ڈبے؟ میری دکان میں کسی کے لیے چندہ باکس نہیں رکھے ہوئے۔'' عقیل صاحب نے حیرت سے کہا تو حضرت نے بڑی گہری بات کہی۔

''آپ نے اپنی دکان میں جو اسرائیلی مصنوعات رکھی ہوئی ہیں۔ وہ ایک لحاظ سے چندے کے ڈبے ہی ہیں کہ اُن کا ایک مخصوص نفع آپ اُن درندوں کو پہنچا رہے ہیں جو فلسطینی عوام پر وحشیانہ بمباری کر رہے ہیں۔ گویا ہم بھی اس ظلم وستم کے شریکِ کار ٹھہرے۔''

''واہ حضرت! خوب کہی، ہم کیوں کر ان کے مددگار ٹھہرے؟''

عقیل صاحب کی عقل جواب دے گئی۔

''دیکھیں جی! واضح حدیث ہے کہ جس نے ظالم کی مدد اس لیے کی کہ وہ حق کو مٹائے تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص سے بَری ہوگئے۔''

''اللہ نہ کرے میرا تو ایسا کوئی ارادہ نہیں۔''

''یہی تو بات ہے ناں! کہ ارادہ بھی نہیں ہے اور حق کو مٹانے والوں کے ساتھی بھی بنے ہوئے ہیں۔''

اس دکان سے ہوکر حضرت اپنے پانچوں رفقاء کار کو لے کر 'صدیقی کولڈ کارنر' نامی بڑی سی دکان میں داخل ہوئے تاکہ مشروبات سے تازہ دم ہوکر آگے بڑھا جائے مگر یہ کیا حضرت کو حیرت کا شدید جھٹکا اس وقت لگا جب انھوں نے پیپسی، سیون اپ، مرنڈا، کوکا کولا، اسپرائیٹ، فانٹا، ڈیو اور اسٹنگ کی بوتلوں کے کریٹ اوپر تلے رکھے ہوئے دیکھے۔

صدیقی صاحب خود ان کی میز تک آئے اور ادب سے پوچھا:

''کون سا مشروب پینا پسند کریں گے؟''

''بھئی صدیقی میاں! مشروب تو ہم کیا پئیں گے۔ ہمیں تو ان بوتلوں میں فلسطینی معصوم بچوں کا لہو نظر آرہا ہے۔ آپ اتنے بھلے چنگے آدمی ہوکر بھی ان مشروبات کو فروخت کر رہے ہیں۔'' حضرت نے قدرے خفگی کا اظہار کیا۔

''دیکھیں حضرت! آپ کو میرے اس ریفریشمنٹ سنٹر میں کوئی قادیانی پراڈکٹ نظر آرہی ہے؟ آپ ہی کی ترغیب پر میں نے مرزائیوں کی مصنوعات سے اپنی شاپ کو پاک کیا تھا اور وہ سامنے دیکھیں کیا لکھا ہوا ہے؟''

'قادیانی پہلے اسلام میں داخل ہوں پھر اس دکان میں داخل ہوں'

یہ بھی تو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں آکر لکھوایا تھا میں نے۔''

صدیقی صاحب نے وضاحت دی تو پہلے حضرت نے ان کا شکریہ ادا کیا اور پھر اسرائیلی وحشیانہ رویے کے بارے میں کچھ سمجھایا تو وہ فکرمند ہوگئے۔ بے ساختہ ان کے منہ سے نکلا: ''لو بھئی پہلے شیزان کا پتّا کٹا اب پیپسی کی بھی چھٹی ہوگئی۔''

''جی ہاں! یہ سارے پتے جھڑیں گے تو درخت پر نئے پتوں سے بہار آئے گی

ناں!'' حضرت نے مسکرا کر کہا اور بغیر کچھ کھائے پیے اٹھ کھڑے ہوئے۔

وہ اشراق پڑھ کر نکلے تھے اور اب سورج بالکل سر پر آ گیا تھا۔ وہ کُل چھے افراد تھے مگر واپسی پر ایک جلوس کی سی شکل بن گئی تھی۔ دو چار کے علاوہ تمام تاجروں اور دکان داروں نے ان کی بات پر لبیک کہا تھا، اور صیہونیوں کے ساتھ معاشی مقاطعے کے لیے کمر کس لی تھی۔

شام کو ایک مرید نے کہا کہ حضرت مجھے تو نہیں لگتا کہ لوگ بائیکاٹ پر آمادہ ہو جائیں گے۔ یہ تو انھوں نے جھوٹ مُوٹ کا ارادہ کیا ہے، کیونکہ اول تو یہودی مصنوعات کی متبادل اشیا ہمارے ہاں سرے سے ہیں ہی نہیں اور اگر ہیں بھی تو وہ انتہائی تھرڈ کلاس ہیں۔''

''بھئی ہم نتیجے کے مکلّف نہیں ہیں۔ ہمارا کام آگاہ کرنا ہے۔ ہمارے کاروباری حضرات کے لیے بڑا ہی نادر موقع ہے کہ وہ دیانت داری کے ساتھ اچھی سے اچھی مصنوعات مارکیٹ میں لے آئیں۔'' حضرت نے پرامید ہو کر جواب دیا۔

''حضرت جی کیا قرآن وسنت سے بھی بائیکاٹ کا ثبوت ملتا ہے؟''

ایک طالب علم نے موقع غنیمت جان کر پوچھا۔

''جی جی ملتا ہے، تبھی تو ہم جان مار رہے ہیں، اگرچہ یہ سیکنڈ آپشن کے طور پر ہے، فرسٹ آپشن صرف اور صرف جہاد ہے اور وہی اصل علاج ہے لیکن موجودہ حالات میں یہی صورت اول درجہ رکھتی ہے کہ ہم وہاں سرِ دست پہنچنے سے قاصر ہیں۔ اِس لیے ہم دشمن کی معاشی قوت کو توڑ کر اسے کمزور کر سکتے ہیں تاکہ وہ معاشی دباؤ میں آ کر ظلم وستم اور بدمعاشی سے باز آ جائے۔

غزوۂ بدر کا پسِ منظر بھی تو سامنے رکھو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تو روزے کی حالت میں مختصر سی جماعت لے کر کافروں کی معاشی قوت کو توڑنے نکلے تھے۔ غزوۂ خیبر جسے جنگوں کی ماں کہا جاتا ہے، یہودیوں کے اس قلعے کو فتح کرنے میں دو ماہ لگ گئے تھے اور بالآخر فتح تب ملی جب یہودیوں کے کھیت جلائے گئے اور کھجوروں کے درخت کاٹے گئے، چنانچہ معاشی مقاطعے کو ایک جنگی ہتھیار کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔''

آپ خاموش ہوئے تو تمام سامعین گہری سوچ میں گم تھے۔ غزہ کے حالات نے ان کی سوچ کو یکسر تبدیل کر دیا تھا۔

☆☆☆

امان اللہ عباسی

کھودا پہاڑ نکلا چوہا

یہ بات ہے سن ۲۰۲۳ء کے رمضان کی کہ میں کسی دوسرے گاؤں میں اپنے رشتے داروں کے ہاں تراویح پڑھانے گیا ہوا تھا۔ ایک دن عصر کو پتا چلا کہ ایک جاننے والے کی گائے گم ہو گئی ہے۔ ان دنوں اس گاؤں میں چوریاں وغیرہ بھی ہو رہی تھیں۔ گائے کے مالک گائے ڈھونڈنا شروع ہو گئے اور افطاری کے بعد بھی ڈھونڈتے رہے۔

اس گاؤں سے نیچے کی طرف جنگل تھا۔ اس دن ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی، ہوا بھی چل رہی تھی اور ساتھ ہی آسمانی بجلی بھی چمک رہی تھی۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے ایک شخص نے دیکھا کہ نیچے اس جنگل میں ایک چھوٹی سی لائٹ جل رہی ہے اور چنگاریاں بھی اٹھ رہی ہیں۔

ان کے دلوں میں پہلے سے چوروں کا خوف تھا کہ کہیں گائے چوروں نے تو نہیں چوری کر لی۔ اب یہ خوف تو پکا ہو گیا۔ اس شخص نے اپنے ساتھیوں کو بھی دکھایا اور کہا شاید وہ کوئی چور ہیں اور وہ چھوٹی سی روشنی میں گائے ذبح کر رہے ہیں۔ اصل میں ان دنوں جنگل سے جانوروں کے چمڑے وغیرہ ملے تھے جس سے پتا چلتا ہے کہ چور جانوروں کو ذبح کر دیتے ہیں اور گوشت ساتھ لے جاتے ہیں۔ اب یہ رات کا وقت تھا اور انھوں نے دور سے اس لائٹ اور چنگاریوں کو دیکھا تھا۔ اس وجہ سے وہ ٹھیک سے دیکھ نہیں پا رہے تھے۔ انھوں نے اور جاننے والوں کو فون کر کے بتایا کہ فلاں جگہ چور ہیں اور گائے ذبح کر رہے ہیں۔ آہستہ آہستہ اس جگہ کے قریب آئیں اور کسی نے لائٹ نہیں جلانی، اندھیرے میں آنا ہے تاکہ وہ بھاگ نہ جائیں۔

یہ وقت تراویح ادا کرنے کا تھا۔ گاؤں کے کچھ لوگ تراویح ادا کر رہے تھے اور باقی لوگ اسلحہ وغیرہ لے کر چور پکڑنے چلے گئے تھے۔ میں تراویح پڑھا رہا تھا۔ اس دن مقتدیوں کی تعداد بھی کم تھی۔ تراویح کے بعد میرے ایک عزیز کو فون آیا اور ساری بات بتائی گئی اور اسے کہا گیا کہ تم بھی آؤ اور فلاں طرف سے آنا وہاں اور بھی لوگ ہوں گے اور لائٹ کے بغیر آنا، ہم ان کو چاروں طرف سے گھیریں گے۔

بات دوسرے گاؤں والوں کو بھی بتا دی گئی تھی۔ وہ لوگ بھی آ چکے تھے۔ میں نے اپنے عزیز سے کہا کہ میں بھی جاؤں گا۔ پھر ہم بھی اس طرف بغیر لائٹ کے چل پڑے اور بتائی گئی جگہ پر پہنچے۔ وہاں ہمارے جاننے والے تھے۔ ہم ان کے ساتھ آگے بڑھنے لگے۔ آہستہ آہستہ ہم قریب پہنچ گئے۔ تمام لوگ چاروں طرف سے قریب آ رہے تھے۔ راستہ مشکل اور بغیر روشنی کی وجہ سے کافی وقت لگا۔ ہم لوگ اس جگہ کے بالکل قریب ہو گئے اور ایک دم سے سب نے لائٹیں جلائیں اور کیا دیکھا کہ وہاں تو کچھ نہیں تھا۔ سب ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

دراصل اس جگہ سے بجلی کی تاریں گزر رہی تھیں اور بارش کی وجہ سے وہ گیلی ہو گئی تھیں اور آسمانی بجلی کے چمکنے کی وجہ سے وہ تاریں چمکنا شروع ہو جاتیں اور اس طرح لگتا کہ کچھ جل رہا ہے اور ہوا کی وجہ سے وہ تاریں اِدھر اُدھر درختوں سے لگنے کی وجہ سے ان سے چنگاریاں نکلتی تھیں۔ سب لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر ہنسنے لگے۔ دوسرے گاؤں والوں نے بھی مذاق بنایا۔ لوگوں نے اپنے اسلحے سے ہوائی فائر کیے، فائر کی آواز سے دور کسی جگہ پر جہاں گائے تھی وہ بھاگنے لگی اور کسی گھر کے پاس جا کر رک گئی۔ کسی شخص نے اس کو دیکھ لیا اور ایک جاننے والے کو فون کر کے بتایا کہ آپ کی گائے یہاں ہے۔ آ کر لے جائیں یا میں اس کو اِدھر رکھ لیتا ہوں، کل لے جانا۔ ہم نے کہا کہ نہیں ہم آ رہے ہیں۔ پھر ہم سب مل کر کافی دور گائے لینے گئے اور اس کو ساتھ گھر لے کر آئے۔

☆☆☆

"آخر یہ کب تک یوں ہی گلی میں ڈنڈا اڑاتا پھرے گا؟ آپ کو تو جیسے کوئی فکر ہی نہیں ہے، تعلیم کا زمانہ نکلا جا رہا ہے۔"

والدہ صاحبہ نے اس خاکسار کے متعلق یہ الفاظ والد صاحب سے اس وقت کہے جب وہ بے چارے دن بھر کے تھکے ماندے رات کو حقہ پیتے پیتے سو جانے کے قریب تھے۔ چناں چہ انھوں نے گویا چونک کر جواب دیا:

ماسٹر صاحب

شوکت تھانوی

"ایں کیا کہا؟ تعلیم کا زمانہ نکلا جا رہا ہے؟ حالاں کہ اب تعلیم کا زمانہ آیا ہے۔ بہر حال میں خود اس کی فکر میں ہوں کہ کوئی معقول سا ماسٹر مل جائے تو اس کو پڑھنے بٹھا دوں۔"

اس واقعے کے تین یا چار دن بعد ایک ادھیڑ عمر انسان، بحیثیت ماسٹر کے، والد صاحب خدا جانے کہاں سے پکڑ لائے اور ہم کو ان حضرت کے سپرد کر دیا، لہٰذا ہم نے ان سے شرف تلمذ حاصل کرنا شروع کر دیا اور مولوی محمد اسماعیل میرٹھی کی اردو ریڈر کے علاوہ کنگ پرائمری کا سبق بھی لینے لگے۔ اگر استاد قابل اور شاگرد ذہین ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ تعلیم کامیاب نہ ہو، چناں چہ آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ چار پانچ مہینوں کے اندر ہم نے اردو ریڈر بھی بفضلہٖ ختم کر دی اور کنگ پرائمری کے پندرہ سولہ صفحے بھی پڑھ ڈالے۔ اس کے علاوہ، اے بی سی ڈی مختلف طریقوں سے لکھنا سیکھ گئے اور سو تک کے ہندسے اردو اور انگریزی میں لکھنا سیکھ لیے۔ اب آپ ہی بتائیے کہ چار پانچ مہینے میں اس سے زیادہ ایک ماسٹر اور کیا پڑھا سکتا تھا اور ایک ذہین شاگرد اور کیا پڑھ سکتا تھا؟ مگر باوجود ماسٹر صاحب کی اس محنت اور ہماری ذہانت کے والدہ صاحبہ کو ہمیشہ یہ شکایت رہتی تھی کہ ماسٹر صاحب کچھ پڑھاتے وڑھاتے نہیں ہیں اور ہمیشہ جلدی چھٹی دے دیا کرتے ہیں۔

قصہ اصل میں یہ تھا کہ ماسٹر صاحب بے چارے ہم کو دو گھنٹے روز پڑھانے پر مامور تھے مگر ہم کو یاد نہیں پڑتا کہ کبھی آدھ گھنٹے سے زیادہ پڑھایا ہوا۔ پہلے تو آتے ہی ہم کو اردو ریڈر کا سبق اس طرح پڑھایا کہ خود پڑھتے گئے اور ہم سے کہا کہ آواز سے آواز ملا کر تم بھی پڑھتے جاؤ۔ چنانچہ ماسٹر صاحب کتاب دیکھ کر پڑھاتے تھے اور ہم ماسٹر صاحب کو دیکھ کر ان کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ دہراتے تھے۔ اس کے بعد کل کا سبق اس طرح سنتے تھے کہ ہمارے آگے کتاب رکھ دی اور کہا سناؤ۔ ہم کبھی کتاب دیکھتے اور کبھی ماسٹر صاحب کا منہ۔ اس کے بعد وہ خود ہی کہتے:

"رب کا شکر ادا کر بھائی
جس نے ہماری گائے بنائی"

ماسٹر صاحب خوش کر کہتے تھے: "شاباش! ہاں اور آگے۔"

"اس مالک کوں کیوں نہ پکاریں
جس نے پلائیں دودھ کی دھاریں"

ہم ماسٹر صاحب کی آواز سے آواز ملا کر یہ شعر بھی پڑھ دیتے۔ لیجیے قصہ ختم، گویا سبق یاد ہے۔

اس کے بعد اسی طرح کنگ پرائمری کا سبق پڑھایا اور سنا جاتا، پھر ماسٹر صاحب سلیٹ ہمارے سامنے رکھ کر ہمارا ہاتھ جس میں سلیٹ کی پنسل ہوتی تھی، قلم کی طرح اپنے ہاتھ میں لے کر گنتی لکھنا شروع کرتے تھے اور کوئی پانچ ہی منٹ میں یہ کام بھی ختم ہو جاتا۔ مختصر یہ کہ آدھ گھنٹے کے اندر، اردو، انگریزی اور حساب کی مکمل تعلیم ہو جاتی اور یہی بات والدہ صاحبہ کو ناگوار گزرتی تھی۔

بہر حال ہماری تعلیم جاری تھی اور ہم فاضل ہو جانے کے قریب ہی تھے کہ ایک دن والد صاحب کو بھی ذرا ہماری تعلیم کا خیال آیا اور انھوں نے ہم کو پاس بلا کر پوچھا: "تم نے انگریزی کہاں تک پڑھ لی؟"

ہم نے کہا: "آدھی کتاب پڑھ چکے ہیں۔"

والد صاحب نے اپنا انگریزی اخبار اٹھا کر ایک موٹے سے حرف پر انگلی رکھتے ہوئے کہا: "یہ کون سا حرف ہے؟"

ہم نے اس حرف کو گھور کر دیکھا اور غور کرنا شروع کر دیا کہ یہ کون سا حرف ہو سکتا ہے؟ مگر کافی غور کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ خواہ کوئی بھی حرف ہو بہر حال ہماری کتاب میں نہیں ہے۔

والد صاحب پھر بولے: "بتاؤ یہ کون سا حرف ہے؟"

ہم نے جواب دیا: "یہ حرف تو ہم نے نہیں پڑھا۔"

والد صاحب نے کہا "ایں کیا کہا؟ یہ حرف تم نے نہیں پڑھا اور آدھی کتاب پڑھ گئے؟ اچھا یہ کون سا حرف ہے؟"

اب ایک اوپر کے حرف پر والد صاحب کی انگلی رکھی ہوئی تھی۔ یہ حرف بھی کچھ عجیب ناشائستہ قسم کا تھا گویا چائے کی پیالی کا ٹوٹا ہوا کنڈا! ہم نے اسے غور سے دیکھا کر گردن ہلاتے ہوئے کہا: "ہمیں نہیں معلوم۔"

اب ایک تیسرے حرف پر والد صاحب نے انگلی رکھ دی۔ یہ حرف بالکل ڈلی کاٹنے

اٹلانٹس پبلکیشنز | محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز کے ناول

ویب سائٹ سے آرڈر کا طریقہ: www.atlantispublications.com.pk سے گھر بیٹھے ناول منگوائیں

اشتیاق احمد کے ناول اور دیگر کتابیں آرڈر کرنے کے لئے ویب سائٹ کے ہوم پیج کے اوپر BOOK SHELF پر کلک کریں اور پھر اپنی پسند کی کیٹگری پر کلک کریں، اپنی مطلوبہ کتاب کے ٹائٹل کے ساتھ ADD TO CART کے بٹن پر کلک کرتے جائیں، آپ اوپر دائیں کونے پر باسکٹ کے نشان پر اپنی منتخب کردہ کتب کی کل قیمت دیکھ سکتے ہیں۔ آرڈر فائنل کرنے کے لئے اس باسکٹ کے نشان پر کلک کر کے ایک مرتبہ رعایتی بل اور ڈیلیوری چارجز دیکھ کر CHECKOUT کے بٹن پر کلک کر دیں۔ اپنا مکمل نام، مکمل پتہ اور رابطہ نمبر کی مکمل تفصیلات درج کر کے NEXT پر کلک کریں۔ ادائیگی کے طریقوں میں سے ایک کا انتخاب کر کے PLACE ORDER پر کلک کر دیں۔ آپ کا آرڈر ہمیں موصول ہو جائے گا۔ کال کنفرمیشن کے بعد آپ کا پارسل تین سے سات روز میں ڈیلیور ہو جائے گا۔ واٹس ایپ میسج 0348-2568546 | فون 0300-2472238, 0331-4853445

آپ اپنے پسندیدہ ناول facebook.com/InspectorJamshed اور facebook.com/atlantispublications سے بھی آرڈر کر سکتے ہیں۔

ناولوں کے پہلے ایڈیشنز کے نئے پرنٹ، اوریجنل سرورق، اشتہارات اور بچوں کے خطوط کے ساتھ

کے سروتے کی طرح تھا اور غالباً حرف نہیں تھا بلکہ سروتا تھا، لہٰذا ہم نے کہا: ”سروتا ہے۔“

والد صاحب نے حیرت سے کہا: ”کیا کہا، سروتا ہے، سروتا کیا؟“

ہم نے والد صاحب کی محدود معلومات پر ہنستے ہوئے کہا: ”آپ کو معلوم نہیں سروتا کس کو کہتے ہیں؟ جس سے ڈلی کاٹی جاتی ہے۔“

والد صاحب نے ہم کو اور اس حرف کو یکے بعد دیگرے غور سے دیکھتے ہوئے کہا: ”یہ ڈلی کاٹنے کا سروتا ہے؟ کیا تمھارے ماسٹر نے یہی تم کو بتایا ہے؟“

ہم نے کہا: ”نہیں ماسٹر صاحب نے تو نہیں بتایا میں خود ہی کہہ رہا ہوں۔“

والد صاحب نے کہا: ”اچھا اپنی کتابیں لاؤ!“

ہم اپنی کتابیں لے آئے اور والد صاحب نے کنگ پرائمری لے کر پوچھنا شرع کیا: ”ریٹ معنی؟“

ہم نے جلدی سے کہا: ”ایم اے این ریٹ معنی آدمی۔“

والد صاحب نے ذرا تیز آواز میں پوچھا: ”ایم اے این ریٹ ہوا؟“

ہم نے گھبرا کر ”جی۔ جی نہیں، ایم اے این شاید کیٹ ہوا، کیٹ یعنی بلی۔“

والد صاحب نے کنگ پرائمری رکھ کر کہا: ”ماشاءاللہ! خوب ان ماسٹر صاحب نے پڑھایا ہے اور خوب آپ نے پڑھا ہے۔ اچھا ذرا اردو کی کتاب تو لائیے جو آپ ختم کر چکے ہیں۔“

ہم نے کتاب دے دی اور والد صاحب نے کتاب کھول کر ہمارے سامنے رکھ دی کہ پڑھو مگر آپ ہی بتائیے کہ یہ بھی پڑھنے کا کوئی طریقہ تھا کہ ہم خود بخود پڑھنے لگیں؟ ہم انتظار کرنے لگے کہ اب والد صاحب پڑھیں گے اور ہم کو آواز سے آواز ملا کر پڑھنا پڑے گا مگر بجائے اس کے کہ وہ پڑھتے، انھوں نے پھر کہا:

”پڑھو بھی، پڑھتے کیوں نہیں؟ یہ کتاب تو تم ختم کر چکے ہو۔“

ہم نے کہا: ”جی ہاں، یہ تو بہت دن ہوئے ختم ہو گئی۔ آپ پڑھیے تو میں بھی پڑھوں۔“

والد صاحب نے کہا: ”میں پڑھوں یعنی کیا مطلب اس سے۔“

ہم نے کہا: ”جی ہاں آپ پڑھیے گا جب ہی تو ہم پڑھیں گے۔“

والد صاحب نے انتہائی حیرت سے کہا: ”میں پڑھوں گا، جب تم پڑھو گے؟ یہ کیا! تو کیا تم کو اسی طرح پڑھایا گیا ہے؟“

ہم نے کہا: ”جی ہاں، ہم کو ماسٹر صاحب نے اسی طرح۔“

اتنے میں ماسٹر صاحب نے باہر سے آواز دی اور والد صاحب نے ہم سے کہا:

”جاؤ ماسٹر صاحب آ گئے ہیں پڑھو جا کر!“

ہم نے باہر جاتے ہی ماسٹر صاحب سے آج کے امتحان کا ذکر کیا اور اس کے بعد کل کا سبق سنانے بیٹھ گئے۔

ماسٹر صاحب نے کہا: ”ہاں کل کا سبق سناؤ!“

”رات گزری نور کا تڑکا ہوا“

ہم نے کہا:

”رات گزری نور کا تڑکا ہوا“

ماسٹر صاحب نے پڑھا:

”ہوشیار اسکول کا لڑکا ہوا“

ہم نے آواز ملا کر پڑھا:

”ہوشیار اسکول کا لڑکا ہوا“

چونکہ کل کا سبق ہم کو یاد تھا لہٰذا ہم کو نیا سبق دیا گیا اور پھر انگریزی کا سبق شروع ہوا۔ انگریزی کے بعد حساب اسی طرح سکھایا گیا۔ گنتی ختم ہونے کے بعد ہی ہم نے ماسٹر صاحب سے کہا: ”اچھا اب جائیں۔“

ماسٹر صاحب نے کہا: ”ابھی بیس ہی منٹ ہوئے ہیں اور پڑھو!“

ہم کتابیں چھوڑ کر ماسٹر صاحب کے گردن میں لٹک گئے۔ ”آپ بڑے اچھے ہیں، چھٹی دے دیجیے۔“

ماسٹر صاحب نے کہا: ”اچھا جاؤ!“

اور خود جانے کے لیے اٹھے ہی تھے کہ آواز آئی:

”ماسٹر صاحب! ذرا ٹھہریے گا۔“

والد صاحب اوپر کی کھڑکی سے جھانک رہے تھے۔ ماسٹر صاحب ان کو دیکھ کر ٹھہر گئے اور والد صاحب نے کوٹھے کے اوپر سے اتر کر ماسٹر صاحب کو پانچ روپے کا ایک نوٹ دیتے ہوئے کہا: ”آپ کل سے زحمت نہ کیجیے گا۔“

ہم کو ان ماسٹر صاحب کی جدائی کا تو چنداں افسوس نہیں ہوا مگر تین چار دن کے بعد ہی ایک دیوزاد ماسٹر صاحب ہم کو پڑھانے کے لیے مقرر کر دیے گئے جن سے والد صاحب اور والدہ صاحبہ دونوں محض اس لیے خوش تھے کہ وہ ہم کو گھوٹا کرتے تھے سوا تین گھنٹے تک اور وہ بھی خالی ہاتھ نہیں بلکہ قینچی کی مدد سے۔ بہرحال اُن کی اِن جفاکاریوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم چائے کی پیالی کے کنڈے کو اب ”پی“ اور سروتے کو ”آر“ کہتے ہیں۔

(خصوصی طور پر بچوں کا اسلام کے نوعمر قارئین کے لیے سہل اور عام فہم انداز میں تلخیص کیا گیا!)

میرِ حجاز

اختر حسین عزمی

''یہ عبداللہ بن اُبَی کے حلیف یہودی ہیں جو شریک جنگ ہونے کے لیے آئے ہیں۔''
لوگوں نے جواب دیا۔

''کیا یہ مسلمان ہو چکے ہیں؟''

نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!۔''

''ہم مشرکوں سے جنگ کرتے ہوئے کسی شرک کرنے والے سے مدد طلب نہیں کرتے۔'' اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دوٹوک فیصلہ سنایا۔

☆☆

''ابا جان! رافعؓ بن خدیج کو تو اللہ کے رسولؐ نے جہاد میں شرکت کی اجازت دے دی لیکن مجھے اجازت نہیں دی۔ حالانکہ میں بھی ان کا ہم عمر ہوں۔''

سمرہؓ بن جندب نے اپنے سوتیلے باپ مُرِی بن سنان سے روتے ہوئے کہا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیخان کے مقام پر پہنچ کر نابالغ بچوں کی چھانٹی کر کے چودہ سال سے کم عمر کے ستر لڑکوں کو لشکر سے الگ کر دیا تھا۔ جہاد میں شرکت کی اجازت نہ ملنے پر یہ لڑکے ملول تھے۔ سمرہ کے سوتیلے باپ نے کہا:

''بیٹا! رافع تمھارا ہم عمر ضرور ہے لیکن وہ بہت اچھا تیرانداز ہے، اس بنا پر اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے جنگ کے لیے رکھ لیا۔''

''لیکن میں اس سے زیادہ طاقتور ہوں، چاہے کُشتی لڑا کر دیکھ لیں''

سمرہؓ اپنی بات پر بضد تھا۔ چنانچہ ان کے سوتیلے باپ نے یہ بات اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی اور سمرہؓ بھی چپ نہ رہا:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپؐ رافعؓ سے میری کُشتی کروائیں۔ اگر میں اسے بچھاڑ لوں تو پھر مجھے بھی جہاد میں شرکت سے محروم نہ رکھیں۔''

سمرہؓ کا یہ جذبہ اور چیلنج دیکھتے ہوئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کو اپنے سامنے کشتی لڑنے کا حکم دیا۔

سمرہ نے تھوڑی ہی دیر میں رافع کو بچھاڑ دیا۔ چنانچہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں بھی جہاد میں شرکت کی اجازت دے دی۔

لشکر کا معائنہ کرتے کرتے مغرب ہو گئی۔ امیر المجاہدینؐ نے اپنے صحابہؓ کے ساتھ نماز مغرب اور کچھ دیر بعد نماز عشاء ادا فرمائی۔ محمد بن مسلمہ انصاریؓ کو پچاس نوجوانوں کا قائد بنا کر لشکر گاہ کے پہرے پر مقرر کیا۔ جب کہ ذکوان بن عبد قیس زرہ پہنے اور ہاتھ میں ڈھال پکڑے رات بھر سالارِ اعظمؐ کا پہرہ دیتے رہے۔ سحر ہونے کے وقت رحمت عالمؐ بیدار ہوئے اور پوچھا: ''کوئی ہے جو ہمیں نزدیک ترین راستہ سے کفار کے پاس ایسی جانب سے لے جائے کہ کافر ہمیں دیکھ نہ سکیں؟''

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس خدمت کے لیے میں حاضر ہوں۔''

ابوخیثمہ انصاری نے کھڑے ہو کر کہا۔ چنانچہ وہ سب کو لے کر بنو حارثہ کے پتھریلے میدان اور ان کے کھیتوں کے درمیان سے گزرے، یہاں تک کہ مربع بن قیظی نامی نابینا کے چشمہ پر پہنچے۔ اسے جب اللہ کے نبیؐ کے گزرنے کا پتہ چلا تو زمین سے مٹی اٹھا اٹھا کر مسلمانوں کے چہروں پر پھینکنے لگا، وہ کہتا جا رہا تھا:

''اگر آپ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو میں آپ کو اجازت نہیں دیتا کہ آپؐ میری زمینوں کے درمیان سے گزریں۔''

لوگ اسے مارنے کے لیے دوڑے، لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''اسے نہ مارو! یہ معذور ہے۔ اس کی صرف آنکھیں ہی نہیں، دل بھی اندھا ہے۔''

مقام شوط پر پہنچ کر حضورؐ نے نماز فجر پڑھی۔ اب حضورؐ دشمن کے بالکل قریب تھے اور دونوں ایک دوسرے کی نقل و حرکت کو صاف دیکھ رہے تھے۔

☆☆

''خود کو موت کے منہ میں ڈالنا کہاں کی عقل مندی ہے۔ انھوں نے نادان بچوں کا کہا مانا اور میرے جیسے جہاندیدہ آدمی کے مشورے کو کوئی اہمیت ہی نہیں دی۔''

عبداللہ بن اُبَی کی بڑبڑاہٹ صاف سنائی دے رہی تھی۔

اس کے ساتھ آنے والے بنوخزرج کے لوگوں کی ایک بڑی تعداد اس کی باتوں سے متاثر دکھائی دے رہی تھی۔ خوف ان کے چہروں پر صاف دکھائی دے رہا تھا۔ اگرچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہر میں رہ کر لڑنے کی رائے دی تھی اور عبداللہ بن اُبَی نے بھی اسی رائے کا اظہار کیا تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رائے جنگی حکمت عملی اور مسلمانوں کی جانوں کی حفاظت کے لیے تھی جب کہ عبداللہ بن اُبَی کا مقصد یہ تھا کہ وہ اور اس کے ہم خیال ساتھی جنگ کے خطرے سے بھی دور رہیں اور کسی کو اس بات کا پتہ بھی نہ چلے۔ وہ اپنے قبولِ اسلام کو مسلمانوں کے خلاف اپنی سرگرمیوں کے لیے آڑ بنانا چاہتا تھا۔ وہ اور اس کے بہت سے ساتھی نماز تو مسجد نبویؐ میں پڑھتے تھے لیکن جہاد تو وہ عمل ہے جو منافق پر سب سے زیادہ گراں گزرتا ہے۔

میدانِ جنگ میں پہنچ کر عبداللہ بن اُبَی لشکر اسلامی میں بددلی پھیلانے میں اس حد تک کامیاب ہو گیا کہ تین سو افراد کو ساتھ لے کر یہ احتجاج کرتا ہوا چلا گیا کہ چونکہ اس کی بات نہیں مانی گئی اس لیے وہ خوامخواہ موت کو دعوت نہیں دے سکتا۔ ایک ہزار کے لشکر میں سے تین سو کی تعداد کا ساتھ چھوڑ دینا، وہ بھی اس وقت جب فوج اپنے سے تین گنا زیادہ دشمن کے سامنے کھڑی ہو، دشمن کے حوصلے بلند کرنے اور اپنوں کے حوصلے توڑنے کا ذریعہ تھا۔ یقیناً وہ قریش کے لیے یہی خدمت انجام دے رہا تھا۔ اس کی علیحدگی کا سبب وہ نہیں تھا جو وہ بیان کر رہا تھا کہ اس کی بات نہیں مانی گئی۔ اگر یہ وجہ ہوتی تو اسے مدینے سے لشکر کے ساتھ نکلنا ہی نہیں چاہیے تھا جہاں یہ فیصلہ ہوا تھا۔ اصل بات یہ تھی کہ وہ اس نازک موڑ پر الگ ہو کر مسلمانوں میں اضطراب اور کھلبلی مچانا چاہتا تھا جب دشمن اس کی ایک ایک نقل و حرکت دیکھ رہا ہوتا کہ ایک طرف تو مسلمانوں کے حوصلے ٹوٹ جائیں دوسری طرف اس منظر کو دیکھ کر قریش کی نظر میں اس کا مقام بھی بن جائے۔

لشکر اسلامی سے اس کی یہ علیحدگی جاں نثارانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتمے کی ایک مؤثر تدبیر تھی جس کے بعد اس منافق کو توقع تھی کہ اس کی سرداری و سربراہی کے لیے میدان صاف ہو جائے گا۔ قریب تھا کہ عبداللہ ابن اُبَی اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا کیونکہ بنوخزرج میں سے خاندانِ بنی سلمہ اور بنواوس میں سے بنی حارثہ کے قدم بھی ڈگمگا گئے تھے اور وہ واپسی کا سوچ رہے تھے لیکن اللہ کی رحمت سے یہ دونوں خاندان

پھر سے جم گئے جس کی تصویر کشی کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا:

’’جب تم میں سے دو گروہ بزدلی پر آمادہ ہو گئے حالانکہ اللہ ان کی مدد پر موجود تھا اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسا کرنا چاہیے۔‘‘

عبداللہ بن اُبَی جب اپنے تین سو ساتھیوں کے ساتھ واپس جانے لگا تو اس کے ہم قبیلہ عبداللہؓ بن عمرو بن حرام اس کے پاس پہنچے اور اسے اس کا فرض یاد دلایا:

’’اے میری قوم! میں تمھیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ اپنی قوم اور اپنے نبیؐ کو ایسے نازک موقع پر تنہا نہ چھوڑو جب ان کا دشمن میدان میں جنگ آزما ہے۔ آؤ اللہ کی راہ میں لڑو اور ان کا دفاع کرو۔‘‘ یہ سن کر ابن اُبَی نے کہا:

’’یہ کوئی جنگ نہیں ہے۔ اگر ہم جانتے کہ آپؐ واقعی لڑائی کریں گے تو ہم واپس نہ ہوتے۔‘‘ جب منافقین نے نہ عبداللہ بن عمرو کی ڈانٹ ڈپٹ کا اثر قبول کیا نہ ان کی منت سماجت کسی کام آئی تو انھوں نے کہا: ’’او اللہ کے دشمنو! اللہ تمھیں برباد کرے۔ یاد رکھو اللہ اپنے نبی کو تم سے بے نیاز کر دے گا۔‘‘

اللہ نے اس مکالمے کو یوں بیان فرمایا:

’’ان منافقوں سے جب کہا گیا کہ آؤ اللہ کی راہ میں جنگ کرو یا کم از کم دفاع ہی کرو تو کہنے لگے کہ اگر ہمیں علم ہوتا کہ آج جنگ ہوگی تو ہم ضرور تمھارے پیچھے چلتے۔ یہ بات جب وہ کہہ رہے تھے تو اس وقت وہ ایمان کی بہ نسبت کفر سے زیادہ قریب تھے۔‘‘

منافقین کے الگ ہو جانے کے بعد لشکرِ اسلام کی تعداد سات سو رہ گئی۔ جب کہ مقابلے میں ہتھیاروں سے لیس تین ہزار کا لشکر کھڑا تھا۔ یہ دیکھ کر بعض انصار نے عرض کی:

’’یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اجازت ہو تو ہم اپنے حلیف یہودیوں کو بلالیں۔‘‘

’’نہیں! ہمیں ان کی کوئی ضرورت نہیں۔‘‘ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوٹوک انداز میں فرمایا۔

حضورؐ جانتے تھے کہ یہود کے دلوں میں اسلام کے خلاف حسد و عناد کے آتش کدے سُلگ رہے ہیں۔ ایسے لوگ میدانِ جنگ میں باعثِ تقویت بننے کی بجائے باعثِ پریشانی بن جاتے ہیں۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا:

’’اے ایمان والو! دوسروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ۔ وہ تمھاری خرابی کے کسی موقع سے بھی فائدہ اٹھانے سے نہیں چُوکتے۔ تمھیں جس چیز سے نقصان پہنچے، وہی ان کو محبوب ہے۔ ان کے دل کا بغض ان کے منہ سے نکلا پڑتا ہے اور جو کچھ وہ اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں، وہ اس سے بھی شدید تر ہے۔‘‘

جاری ہے

مسکراہٹ کے پھول

انتخاب: بنت فہیم اختر۔ میلسی

صحیح طریقہ:

ایک بچے کے والد کی ٹانگ لکڑی کی تھی۔ اس نے ڈاکٹر کو بتایا کہ اس کے ابو کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہے لہٰذا اسے نئی ٹانگ دے دی جائے۔ خیراتی اسپتال کے ڈاکٹر نے سائز کے مطابق لکڑی کی ٹانگ دے دی۔ دوسرے ہفتے وہ بچہ ڈاکٹر کے پاس آیا اور بتایا کہ اس کے ابو سے وہ ٹانگ بھی ٹوٹ گئی ہے۔ ڈاکٹر نے پھر اسے نئی ٹانگ دے دی۔ اس طرح وہ بچہ تیسری بار بھی آیا اور ڈاکٹر سے نئی ٹانگ لے گیا۔

جب بچہ چوتھی بار آیا تو ڈاکٹر نے حیران ہو کر پوچھا:

’’آخر تمھارے ابو ٹانگوں کا کرتے کیا ہیں؟‘‘

بچے نے جواب دیا: ’’وہ ڈائننگ ٹیبل بنا رہے ہیں۔‘‘

(مرسلہ: نیلوفر ہاشمی، فیصل آباد)

☆......☆

قابل دید:

تھانیدار گشت پر روانہ ہونے کے لیے تھانے سے نکلا تو اس کے سامنے سے ایک ٹیکسی سست رفتاری سے گزر رہی تھی۔ وہ تیزی سے آگے بڑھا اور اچھل کر اس کا دروازہ کھول کر بیٹھتے ہوئے ڈرائیور سے بولا: ’’یہ تمہارے آگے آگے گاڑی جا رہی ہے، اس کا پیچھا کرو...... یہ مجھے مشکوک لگتی ہے، مجھے ہر حال میں اس کا تعاقب کرنا ہے۔‘‘

’’صاحب جی!‘‘ ڈرائیور نے عاجزی سے کہا۔ ’’وہی گاڑی تو میری خراب ٹیکسی کو باندھ کر لے جا رہی ہے۔‘‘

(مرسلہ: علی جاوید، راولپنڈی)

☆......☆

خطرناک سفر:

بس خطرناک پہاڑی سڑک پر مشکل سے آگے بڑھ رہی تھی اور ڈرائیور پوری حاضر دماغی سے اسٹیرنگ پر کنٹرول رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایسے میں اس کے پاس بیٹھا ہوا مسافر باتوں سے مسلسل اس کے کان کھا رہا تھا۔ ’’ایسے جان جوکھوں کے سفر میں، میں بہت گھبراتا ہوں۔ مجھے پچھلی دفعہ ایسے ہی ایک سفر کے دوران دل کا شدید دورہ پڑا تھا‘‘ مسافر نے پریشان ہو کر کہا۔

’’کاش آپ اس دورے میں چل بسے ہوتے۔‘‘ ڈرائیور نے تنگ آ کر کہا۔

(مرسلہ: مہوش خان، کوئٹہ)

☆......☆

رواں تبصرہ:

بین الاقوامی ٹورنامنٹ کے سلسلے میں اسکواش کا ایک میچ ہو رہا تھا۔ کمنٹیٹر کہہ رہا تھا۔ ’’ناظرین! باوجود پانچ منٹ گزرنے کے دونوں کھلاڑی ابھی تک کوئی پوائنٹ حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے ہیں۔ آیئے اس کی وجہ ہم اپنے ماہر سے پوچھتے ہیں۔‘‘

’’صاحب! اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ میچ اب تک شروع ہی نہیں ہوا، دونوں کھلاڑی پریکٹس کر رہے ہیں۔‘‘ ماہر نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔

(مرسلہ: سنتیا رتن، دادو)

☆......☆

بذریعہ ڈاک:

ٹریفک سارجنٹ نے موٹر سائیکل پر تعاقب کرتے ہوئے ایک کار کو روکا، جو بری طرح ادھر ادھر لہراتی ہوئی جا رہی تھی۔ ’’یہ کیا ہو رہا ہے برخوردار؟‘‘ سارجنٹ نے نوعمر ڈرائیور سے پوچھا۔

’’جناب عالی! ڈرائیونگ سیکھ رہا ہوں۔‘‘ نوجوان نے مودبانہ جواب دیا۔ ’’کیا بغیر انسٹرکٹر کے ڈرائیونگ سیکھ رہے ہو؟‘‘ سارجنٹ نے طیش میں آ کر کہا۔

’’جناب! میں بذریعہ ڈاک سیکھ رہا ہوں۔‘‘ ڈرائیور نے معصومیت سے جواب دیا۔

(مرسلہ: ایمن نعیم، لاہور)

محمد فضیل فاروق

عشق اور ہم ۲

اتنا فرما کر حضرت شیخ الاسلام نے اس مجلس میں ہمیں چھے احادیث مسلسلہ کی اجازت دی۔ سب سے پہلی حدیث المسلسل بالاولیہ:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَنُ، ارْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”رحم کرنے والوں پر رحمن رحم کرتا ہے، تم لوگ زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم کرے گا۔“

دوسری حدیث المسلسل بسورۃ الصّف:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ سَلَامٍ، قَالَ: قَعَدْنَا نَفَرٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَذَاكَرْنَا، فَقُلْنَا: لَوْ نَعْلَمُ أَيَّ الْأَعْمَالِ أَحَبَّ إِلَى اللّٰہِ لَعَمِلْنَاهُ، فَأَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالَى: سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لا تَفْعَلُون (سورۃ الصف) حتی ختمها، قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ سَلَامٍ: فَقَرَأَهَا عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حتی ختمها، قَالَ أَبُو سَلَمَةَ: فَقَرَأَهَا عَلَيْنَا ابْنُ سَلَامٍ حتی ختمها وهكذا قال كل واحد من الرواه حتى وصل الينا فقرأها علينا أشياخنا المذكورون حتى ختموها

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم چند صحابہ بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے تھے، ہم نے کہا: اگر ہم جان پاتے کہ کون سا عمل اللہ کو زیادہ پسند ہے تو ہم اسی پر عمل کرتے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ وحی نازل فرمائی: ”زمین و آسمان کی ہر ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے اور وہی غالب حکمت والا ہے، اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو!“ عبداللہ بن سلام کہتے ہیں: ”یہ سورۃ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکمل پڑھ کر سنائی۔“

ابوسلمہ کہتے ہیں کہ یہ سورۃ ہمارے سامنے ابن سلام نے مکمل پڑھی، اور اسی طرح ہر راوی نے روایت کرتے ہوئے اپنے شیخ کا نام لے کر کہا کہ انھوں نے ہمیں سورۃ الصّف مکمل پڑھ کر سنائی یہاں تک کہ یہ سلسلہ ہم تک پہنچا اور ہمیں حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ نے یہ حدیث کی اجازت دیتے وقت اسی طرح سورۃ الصّف مکمل پڑھ کر سنائی۔

پھر حدیث المسلسل بیوم عاشورا کی اجازت مرحمت فرمائی: اور یوں فرمایا کہ:

حدثنی به الشيخ محمد ياسين الفادانی المكی فی يوم عاشوراء قال اخبرنا به الشيخ عمر حمدان المحرسی فی يوم عاشوراء!

اس طرح ہر راوی اپنی سند میں ابوالفرج ابن الشحنہ تک یہی کہتے اس روایت کو نقل کرتے ہوئے کہ مجھے میرے شیخ نے یہ حدیث سنائی عاشوراء کے دن۔

عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: صِيَامُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ إِنِّي أَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰہِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ

میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ عاشورا کے دن کا روزہ ایک سال پہلے کے گناہ مٹا دے گا۔

پھر حدیث المسلسل بوضع الید علی الرأس کی اجازت دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا میں اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لیا، لہٰذا پورے مجمع نے حضرت کی اقتدا میں اپنے سر پر ہاتھ رکھ لیا۔

حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، رَضِيَ اللّٰہُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُول اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يُنْجِيهِ عَمَلُهُ مِنَ النَّارِ، وَلا يُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ إِلا بِرَحْمَةٍ مِنَ اللّٰہِ عزّ وجلّ«، قَالُوا: وَلا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللّٰہِ؟، قَالَ: »وَلا أَنَا، إِلا أَنْ يَتَغَمَّدَنِي اللّٰہُ بِرَحْمَتِهِ، وَفَضْلِهِ، وَوَضَعَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ.

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کسی شخص کا عمل اسے دوزخ سے نہیں بچا سکتا نہ ہی جنت میں داخل کر سکے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کا بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں، میرا بھی نہیں، سوا اس کے کہ اللہ اپنے فضل و رحمت سے مجھے نواز دے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک اپنے سر پر رکھ لیا۔ اسی طرح ہر راوی نے یہ روایت بیان کرتے ہوئے نبی کی محبت میں اپنے سر پر ہاتھ رکھا۔

پھر قبض علی اللحیہ کی اجازت عطا فرمائی۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَجِدُ الْعَبْدُ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ حَتَّى يُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ حُلْوِهِ وَمُرِّهِ"، وَقَبَضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى لِحْيَتِهِ، وَقَالَ: آمَنْتُ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ حُلْوِهِ وَمُرِّهِ"، وَكَذَا كُلُّ رَاوٍ مِنْ رُوَاتِهِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ ایمان کی مٹھاس کو نہیں پا سکتا جب تک کہ وہ تقدیر پر ایمان نہ لائے، اس کی بھلائی اور برائی، اس کی مٹھاس اور کڑواہٹ پر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی داڑھی کو پکڑ کر فرمایا: میں تقدیر پر ایمان لاتا ہوں، اس کی بھلائی اور برائی، اس کی مٹھاس اور کڑواہٹ پر۔

اور اسی طرح ہر راوی نے اپنی داڑھی پکڑ کر بیان کیا۔ حضرت شیخ صاحب نے بھی جب اپنی داڑھی پکڑی تو تمام طلبہ کے ہاتھ اپنی اپنی داڑھیوں کی طرف بڑھ گئے۔

پھر حدیث المسلسل بالعد بالید کی اجازت عطا فرمائی۔

قَالَ أَبُو الْحُسَيْنِ بْنُ عَلِيٍّ عَدَّهُنَّ فِي يَدِي عَلِيُّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَقَالَ لِي عَدَّهُنَّ فِي يَدِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَدَّهُنَّ فِي يَدِي جِبْرِيلُ وَقَالَ هٰكَذَا أُنْزِلت بِهِنَّ مِنْ عِنْدِ رَبِّ الْعِزَّةِ جَلَّ وَعَلَا اللهم صَلِّ على مُحَمَّدٍ وعلى آلِ مُحَمَّدٍ كما صَلَّيْتَ على إِبْرَاهِيمَ وعلى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ اللهم بَارِكْ على مُحَمَّدٍ وعلى آلِ مُحَمَّدٍ كما بَارَكْتَ على إِبْرَاهِيمَ وعلى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ اللهم وَتَرَحَّمْ على مُحَمَّدٍ وعلى آلِ مُحَمَّدٍ كما تَرَحَّمْتَ على إِبْرَاهِيمَ وعلى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ اللهم وَتَحَنَّنْ على مُحَمَّدٍ وعلى آلِ مُحَمَّدٍ كما تَحَنَّنْتَ على إِبْرَاهِيمَ وعلى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ اللهم وَسَلِّمْ على مُحَمَّدٍ وعلى آلِ مُحَمَّدٍ كما سَلَّمْتَ على إِبْرَاهِيمَ وعلى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ۔

ابوالحسین بن علی نے کہا: علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرے ہاتھ میں ان (درود شریف کے کلمات) کو گنوایا اور مجھ سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ہاتھ پر انھیں گنوایا تھا اور فرمایا تھا کہ جبریل نے میرے ہاتھ پر انھیں ایسے ہی گنوایا تھا اور کہا تھا: اسی طرح ان کو رب العزت جل وعلا کی جانب سے نازل کیا گیا ہے۔

اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آل محمد پر درود بھیج جیسے تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر درود بھیجا، بے شک تو حمید و مجید ہے۔

اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آل محمد پر برکت نازل فرما جیسے تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر برکت نازل فرمائی، بے شک تو حمید و مجید ہے۔

اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد پر رحم فرما جیسے تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر رحم فرمایا، بے شک تو حمید و مجید ہے۔

اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد پر مہربانی فرما جیسے تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر مہربانی فرمائی، بے شک تو حمید و مجید ہے۔

اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آل محمد پر سلامتی نازل فرما جیسے تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر سلامتی نازل فرمائی، بے شک تو حمید و مجید ہے۔

حضرت شیخ صاحب نے بھی یہ کلمات ادا کرتے ہوئے اپنا ہاتھ فضا میں بلند فرمایا، پانچوں

انگلیاں کھولیں، سارے مجمع نے ان کی اقتدا کی، بیک وقت ہزاروں ہاتھ مسجد کی پاک فضا میں بلند تھے۔

حضرت شیخ ہر درود پر ایک انگلی بند فرما لیتے، ہم سب بھی یہی کرتے، یہاں تک کہ پانچ صیغے دورد شریف کے گنوائے گئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گنوائے تھے۔

یا سبحان اللہ! عشق ومحبت کی ایسی مثال، زمانہ کہاں سے لائے گا......!؟

یہ تو چند تھیں، ایسی احادیث نجانے کتنی ہیں۔

حضرت شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ اسناد ایک ریل گاڑی کی طرح ہے، ایک طاقتور انجن والی ریل گاڑی، اس سند میں جڑ جانے کی مثال بھی ایسی ہی ہے جیسے ایک عمدہ ریل گاڑی کے آخر میں ایک تھکا ہوا خراب سا ڈبہ جوڑ دیا جائے، وہ اس ریل گاڑی کی وجہ سے خراب ڈبہ بھی منزل تک پہنچ جائے گا، اگر چہ گرتا پڑتا ہی سہی۔

بس یہی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس سند میں بزرگوں، اولیا وصحابہ اور ان سے بھی آگے محبوب کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم خود جو موجود ہیں تو یقیناً ہم بھی گھسٹتے ہوئے ان حضرات کی برکت سے پار لگ ہی جائیں گے ان شاء اللہ العظیم۔ ●●

ہمّت کا پہاڑ ۵۰

راوی: سیہان انعام اللہ خان مرحوم — تحریر: رشید احمد منیب

ان دنوں جاپان ایئر پورٹ پر نئی نئی خود کار سیڑھیاں بنی تھیں۔ ہم نے ایسی سیڑھیاں پہلی مرتبہ دیکھی تھیں۔ شرارت تو مجھے ویسے ہی بہت پسند ہے۔ کوئی موقع ملے تو میں شرارت ضرور کرتا ہوں۔ میں اگر چہ بچہ نہیں تھا لیکن ان سیڑھیوں پر اپنے دوستوں کے ساتھ مختلف تجربات کرنے لگا۔ کبھی ہم نیچے سے اوپر جاتے، کبھی اوپر سے نیچے آتے۔ اسی طرح ہم نے چلتی ہوئی سیڑھیوں کی مخالف سمت میں بھی دوڑ لگا کر دیکھا۔ ہم جب یہ حرکتیں کر رہے تھے تو اس وقت پولیس کے کچھ لوگ بھی ہمیں دیکھ رہے تھے۔ کچھ دیر انھوں نے ہمیں برداشت کیا لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ ہم مسلسل بھاگ دوڑ کر رہے ہیں تو ان میں سے دو سپاہی اور ایک افسر ہمارے پاس آ گئے۔ انھوں نے ہم سے کہا کہ آپ لوگ کون سے ملک سے آئے ہیں اور کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں؟ میں نے آگے بڑھ کر شرارت کی کہ ہم انڈین ہیں اور فلاں ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔

انھوں نے کمروں کے نمبر معلوم کیے۔ میں نے انھیں انڈین ٹیم کے کمروں کے نمبر لکھوا دیے۔ ہماری ٹیم ٹورنامنٹ سے چند دن پہلے ہی پہنچ گئی تھی۔ ابھی تمام ٹیمیں نہیں آئی تھیں۔ میں نے ٹیم کے لڑکوں سے کہا کہ جتنی ٹریننگ کرنی تھی وہ تم کر چکے ہو، اب ایک دو دن اپنے جسم کو آرام دینا چاہیے تا کہ فائٹ والے دن جسم تھکا ہوا نہ ہو۔ میں نے سوچا کہ ٹیم کو شہر کی سیر کرواتا ہوں اور کچھ ہنسی مذاق بھی ہوتا رہے گا۔ ہم شہر میں گھومتے ہوئے ایک پارک کے پاس پہنچے جس میں داخلے کے لیے ٹوکن لینا پڑتا تھا۔

ہماری ٹیم میں کل چھ بندے تھے۔ میں نے سوچا کہ کوئی طریقہ ہو کہ ہمارے پیسے بھی بچ جائیں اور سب اس پارک کی سیر بھی کر لیں۔ اس کے ساتھ میرے دماغ میں ایک شرارت بھی گھوم رہی تھی۔ میں نے قریب جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ٹوکن ڈالنے کے بعد دروازہ صرف ایک آدمی کے لیے ہی کھلتا ہے۔ جب وہ اپنے قدم آگے اٹھا لیتا ہے تو دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ مجھے یوں لگا کہ یہ سسٹم آدمی کے قدم گنتا ہے۔ سوچا تکا لگا کر دیکھتا ہوں۔ میں نے تین ٹوکن خریدے، ویسے بھی غربت تھی، چندہ کر کے اور کچھ قرضہ لے کر میں ٹیم لایا تھا، حکومت نے تو کبھی ہمارے ساتھ تعاون نہیں کیا، اس لیے ایک ایک روپیہ میں سوچ سوچ کر خرچ کرتا تھا۔ میں تین ٹوکن لے کر دروازے کے پاس پہنچا، تین لڑکوں سے کہا کہ وہ باقی تین لڑکوں کے کندھوں پر سوار ہو جائیں۔ اس طرح ہر لڑکے کے کندھے پر ایک لڑکا سوار ہو گیا۔ ہر جوڑی نے ایک ایک ٹوکن ڈالا۔

دروازہ کھلا تو ایک لڑکا اپنے قدموں سے اندر داخل ہوا جبکہ دوسرا لڑکا اس کے کندھے پر سوار ہو کر اندر داخل ہو گیا۔

پارک میں جا کر ہم نے خوب جھولے لیے۔ اِدھر اُدھر لٹک کر چھلانگیں لگائیں۔ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ جاپان کی پولیس کے کچھ لوگ ہمیں دیکھ رہے ہیں۔ انھوں نے پارک میں داخل ہونے کا ہمارا طریقہ بھی نوٹ کر لیا ہے۔ اس زمانے میں ایسے جدید سی سی ٹی وی کیمرے عام نہیں ہوئے تھے لیکن پارک میں داخل ہونے والوں کی ایک جگہ ویڈیو بن رہی تھی۔

خیر پولیس والے ہمارے پاس آئے اور پوچھا کہ آپ لوگ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں؟ میں سمجھ گیا کہ چوری پکڑی گئی ہے۔ مجھے پھر شرارت سوجھی کہا کہ ہم انڈین ہیں اور یہاں ٹورنامنٹ میں شرکت کے لیے آئے ہیں۔ انھوں نے پوچھا کہ آپ کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں، آپ کے کمروں کے نمبر کیا ہیں اور نام بھی بتائیں۔

میں نے انڈین ٹیم کے نام، کمرے نمبر وغیرہ بتادیے۔ وہ نوٹ کر کے چلے گئے۔ میں نے سوچا کہ کچھ مزید تجربہ بھی کرنا چاہیے۔ میں ٹیم کو فون بوتھ پر لے گیا۔ وہاں بھی ٹوکن سسٹم تھا۔ میں نے دو، تین ٹوکن لیے اور انھیں دھاگے سے باندھ کر بوتھ میں داخل کر دیا اور لڑکوں سے کہا کہ جتنی دیر بات کرنی ہے کرو۔ جب نئی کال کرنا ہو گی تو دھاگا کھینچ لینا۔ ٹوکن باہر آ جائے گا تو دوبارہ استعمال کر لینا۔

لڑکوں نے یہ کام شروع کر دیا اور میں ایک طرف کھڑا ہو کر پولیس کا انتظار کرنے لگا۔ کچھ ہی دیر میں پولیس والے پہنچ گئے۔ انھوں نے ہم سے نام وغیرہ معلوم کیے اور میں نے پھر انڈین کے نام لکھوا دیے۔ اس کے بعد میں نے لڑکوں نے سے کہا کہ ہم کافی شرارت کر چکے ہیں، اب ہوٹل میں چلنا چاہیے۔

اگلے دن ہوٹل میں ایک تماشا شروع ہوا۔ پولیس والوں نے تمام کارروائی لکھ کر جرمانہ بنا کر ہوٹل کی انتظامیہ کو پکڑا دیا تھا کہ اسے انڈین ٹیم کے کھاتے میں ڈال دیا جائے۔ جب یہ جرمانہ انڈین ٹیم کے بل میں لگ کر ان کے سامنے پہنچا تو انھوں نے ہنگامہ شروع کر دیا کہ یہ کیا ہے؟ ہم نے کیا کیا ہے؟ لیکن ہوٹل انتظامیہ نے جواب دیا کہ ہم کیا کر سکتے ہیں؟ یہ جرمانہ تو آپ کو بھرنا ہی پڑے گا۔ یہ معاملہ انھیں رات کے وقت سمجھ آیا جب انھوں نے مقامی خبروں میں دیکھا کہ کچھ لوگ پارک کے دروازے سے سواری کر کے داخل ہو رہے ہیں، ان کے چہرے صاف دکھائی نہیں دے رہے لیکن۔۔۔

جاری ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

☆ میں بہت پرانی قاریہ ہوں، آج ہمت کر کے پہلی دفعہ خط لکھ رہی ہوں۔ محترمہ سارہ الیاس اور محترمہ ساجدہ غلام محمد مانچسٹر کی تحریریں پسند ہیں۔ اب میں بھی لکھنے کے حوالے سے خواتین و بچوں کا اسلام میں چھاپنا چاہتی ہوں۔ آپ تحریریں شائع کر کے حوصلہ افزائی فرما سکتے ہیں۔ (بنت عثمان ابوعبیدہ کینگ۔ مصطفی آباد)

ج: آپ ضرور لکھیے۔ ان شاء اللہ قابل اشاعت ہوں گی تو ضرور شائع ہوں گی۔

☆ تین تحریروں کے عنوان کا سرورق ہی سے پتا چل گیا۔ 'دستک' میں کتابوں کا ذکر......! فوراً سے پرس ٹٹولا۔ اب دیکھیے کیا نکلتا ہے۔ 'جذباتی فیصلے' کے اختتام پر دھک سے رہ گئے۔ اللہ اتنا جذباتی فیصلہ!...... 'میر حجاز' زبردست جا رہا ہے۔ 'آیئے دین سیکھیے' سے کافی فائدہ ہو رہا ہے۔ 'قصہ ایک سیب کا' اللہ پاک ہمیں بھی ان جیسا بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ 'اچھی خبریں' پڑھ کر اچھا لگا۔ 'میں بڑا ہو گیا' مزاح سے بھرپور، بہترین تحریر تھی۔ 'آمنے سامنے' میں تقریباً نئے قاری ہیں۔ چاچو جی پرانوں کو بھی جگایئے۔ 'رب نے در پہ بلا لیا' کے تو کیا ہی کہنے۔ رہنمائی اور معلومات سے بھرپور تحریر۔ (فریحہ بتول۔ کراچی)

ج: پرانے اب بڑے ہو گئے ہیں، اور بڑے ہونے کے ناتے ان کے کندھوں پر ذمے داریاں آ گئی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے تمام کام آسان فرمائے، آمین!

☆ شمارہ 1170 میں اشتیاق ریڈرز کلب کی بابت پڑھا۔ اپنے بچپن میں اشتیاق احمد کے ناول پڑھا کرتی تھی۔ وہ بھی کیا زمانہ تھا جب ہر مہینے چار ناول شائع ہوا کرتے تھے، دو انسپکٹر جمشید سیریز کے، ایک انسپکٹر کامران مرزا اور ایک شوکی سیریز کا۔ "اشتیاق احمد ریڈرز کلب" کا اشتہار دیکھا تو اپنا بچپن یاد آ گیا۔ اپنے بچوں کے لیے میں نے ممبر شپ لے لی ہے۔ کوشش کروں گی کہ بچوں کے ساتھ خود بھی پڑھوں اور اپنی پرانی یادیں تازہ کروں۔

(شگفتہ کوثر۔ ملتان)

ج: جی ہم بھی یادیں تازہ کروا رہے ہیں اپنی۔

☆ 'دستک' میں عبداللہ فارانی کے بارے میں پڑھ کر ان کے تمام سلسلے یاد آئے، جو ہم بڑے ذوق وشوق سے پڑھتے تھے۔ اس سے یاد آیا کہ آپ کو 'میر حجاز' ہر شمارے میں لگانا چاہیے۔ بے شک باقی سلسلوں میں سے کچھ کو روک دیں۔ جب بھی کوئی قسط پڑھتے ہیں، چھوٹی معلوم ہوتی ہے۔ جاوید بسام سے ہم بالکل متفق ہیں کہ آج کل کے بچے بہت ہوشیار ہیں۔ میرے خیال میں بچوں کی طرح بڑوں کے لیے کہانیاں لکھنی چاہیے۔ سعید لخت کی کہانی بھی دلچسپ تھی۔ آصف مجید نے کافی عرصے بعد لکھا ہے۔ درخواست ہے کہ ان سے مستقل لکھوائیں۔ ایک تحریر حاضر ہے۔ امید ہے پسند آئے گی۔ (محمد وقاص۔ جھنگ صدر)

ج: لیکن میر حجاز بھلا کون سے شمارے میں شائع نہیں ہوئی؟ بس ابھی پچھلے مہینے دو ہفتے شائع نہیں ہوئی اور آپ کا یہ خط پہلے لکھا گیا، میر حجاز تو شاید بچوں کا سلام کا سب سے طویل سلسلہ ہو گیا ہے۔

☆ تازہ شمارے کی سب سے بہترین تحریر 'کہیں ہم بھی تو بونے نہیں' لگی۔ میرے حجاز بہت مفید سلسلہ ہے حافظ عبدالرزاق صاحب کی تحریر خبردار بھی اچھی لگی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے معاشرے سے رشوت کو ختم کرے۔ آمین۔ 'دو شریک دو راہیں' بہت پر اثر تھی۔ 'حجا کے کارنامے' اور 'ایک تمھارا ایک میرا' پڑھ کر بہت لطف آیا۔ 'ہوائی جہاز میں ٹھنڈی ہوا' پڑھ کر معلومات میں اضافہ ہوا۔ 'آمنے سامنے' میں اپنا خط دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ بہت جزاک اللہ مدیر بھائی۔ (فاطمہ ضیاء۔ القریش کالونی، ملتان)

ج: آمین وایاک۔

☆ 'کہیں ہم بھی تو بونے نہیں' سبق آموز تھی۔ 'میر حجاز' سلسلہ بہت اچھا جا رہا ہے۔ 'آیئے دین سیکھیے' بہت مفید سلسلہ ہے۔ 'خبردار' کہانی پڑھ کر ہنسی آ گئی۔ 'دو شریک دو راہیں' پڑھ کر دل سے دعا نکلی کہ اللہ ہمیں دین پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ 'ایک تمھارا ایک میرا' پڑھ کر حجا کی بیوی کی چالاکی پر بے اختیار ہنسی آ گئی۔ 'آمنے سامنے' میں میری بہن کا خط شائع ہوا۔ اللہ کرے میرا بھی یہ خط شائع ہو جائے۔ آمین (محمد معاذ۔ ملتان)

ج: اللہ تعالیٰ نے چاہ لیا۔

☆ شمارہ 1170 پڑھا۔ ہمیشہ کی طرح اچھا لگا۔ خصوصاً فلسطین پر کہانی بہت معلوماتی بھی تھی اور سبق آموز بھی۔ دور نبوی میں کھیلوں کی کچھ جھلکیاں بھی معلومات افزا تھی۔ دستک بھی رہنمائی کر رہی تھی۔ اشتیاق ریڈرز کلب کا اشتہار دیکھ کر حیرت ہوئی۔ یوں تو میرے پاس اشتیاق احمد مرحوم کی تقریباً سبھی کتابیں اور ناول ہیں، لیکن مجھے خوشگوار حیرت ہوئی کہ اس کلب کے تحت شائع ہونے والی تصنیفات تو میری لائبریری میں بھی نہیں۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ کی وجہ سے میری کولیکشن مکمل ہو رہی ہے۔ فروری میں شائع ہونے والی کتب مل چکی ہیں، آئندہ مہینوں کی کتابوں کا انتظار ہے۔ (عمران انجم۔ سرگودھا)

ج: جی ہاں! ہمیں بھی حیرت ہوئی تھی جب ہم نے فہرست دیکھی۔ یہ تو ماشاءاللہ انھوں نے خزانہ دریافت کیا ہے۔ ہم بھی ممبر ہیں اور ہمیں بھی پہلے مہینے کی کتابیں آ گئی ہیں۔

ایک روشن دماغ تھا، نہ رہا

سیما صدیقی

''بیس جولائی ۲۰۱۵ کی رات میرے لیے قیامت کی رات تھی، مجھے نہیں معلوم تھا۔ وہ رات مجھ پر قیامت بن کر گزرنے والی ہے۔ نصف رات کے وقت اچانک آنکھ کھل گئی، دل میں شدید درد کا احساس ہوا۔ فوراً ہی خوف زدہ بھی ہوگیا کہ ہونہ ہو یہ ''ہارٹ اٹیک'' ہے۔ خیر بیٹے (نوید) کو جگایا اس نے فوراً دوا دی۔ کوئی آرام نہ آیا، دوسری دوا کے بعد بھی درد میں اضافہ ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ نوید نے تیسری دوا دی، تیسری دوا کے بعد آخر کوئی پون گھنٹے کی شدید تکلیف کے بعد درد غائب ہوا۔ باقی رات آنکھوں میں کٹی۔''

جی ہاں! یہ ''اشتیاق احمد مرحوم'' کے الفاظ ہیں جو اُنھوں نے اپنی ناسازی طبیعت سے متعلق ۳۰/اگست ۲۰۱۵ء کی دو باتوں (بچوں کا اسلام) میں تحریر کیے۔

وہ نہیں جانتے تھے کہ مذکورہ رات کے چار ماہ بعد ہی ایک قیامت کا دن بھی ان کا منتظر تھا۔ کراچی ائیر پورٹ پہ ۱۷ نومبر ۲۰۱۵ء کا دن اور یہ دن صرف ان ہی کے لیے نہیں ان کے چاہنے والوں کے لیے بھی قیامت کا دن تھا۔ ائر پورٹ پہ اشتیاق صاحب کو دل کا دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا، چاہنے والوں نے عالمِ تصور میں دیکھا کہ اشتیاق صاحب تکلیف سے کراہ رہے ہیں مگر افسوس کہ دوا دینے کے لیے بیٹا پاس نہیں، تنہا ہیں اور کوئی اپنا موجود نہیں۔

افسوس کے ان کی موت گھر اور گھر والوں سے دور لکھی تھی جس کا اہلِ خانہ کو ہمیشہ قلق (رنج، غم) رہے گا۔

اشتیاق احمد مرحوم کی وفات ان کے پرستاروں کے لیے ایک انتہائی تکلیف دہ واقعہ تھا۔ یہ صدمہ اس وقت اذیت میں بدل گیا جب اشتیاق صاحب کی ذات کو متنازعہ بنانے کی کوشش شروع کردی گئی۔ دو قسم کی آرا ان کے متعلق اُبھر کر سامنے آئیں جو ایک دوسرے سے بالکل متضاد تھیں۔ ایک بہت بڑے طبقے کا خیال تھا کہ ''اشتیاق احمد ایک مخلص انسان، سچے مسلمان اور محب وطن پاکستانی تھے۔ جنھوں نے اپنی تحریروں کے ذریعہ پاکستانی بچوں کی کردار سازی میں اہم کردار ادا کیا۔ اُنھوں نے صحیح اور غلط، خیر اور شر میں تمیز پیدا کرنے کا کام ایک مشن کے طور پہ انجام دیا۔

لیکن......! دوسری طرف ایک محدود طبقہ ایسا موجود ہے جس کا کہنا ہے کہ اشتیاق احمد ایک انتہا پسند اور بنیاد پرست شخص تھے۔ اُنھوں نے مختلف مذہبی فرقوں کے درمیان نفرت کی آگ بھڑکانے کا کام کیا وہ تکفیری فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔ اُنھوں نے اپنی تحریروں کے ذریعہ ایک مخصوص فرقے کے خلاف بچوں کے ذہن زہر آلود کرنے کی کوشش کی۔ (معروف انگریزی اخبار میں اس طرح کے کئی مضامین شائع ہوئے)

جو لوگ ''اشتیاق احمد'' کو ذاتی طور پہ جانتے تھے۔ وہ اس بات کی گواہی ضرور دیں گے کہ وہ بدنیت یا مفاد پرست شخص ہرگز نہ تھے۔ اُنھوں نے جو لکھا وہ پوری نیک نیتی سے لکھا۔ کسی دوسرے کے کہنے یا اپنے مفاد کی خاطر نہیں لکھا اور جو کیا وہ کسی سازش کے تحت نہیں تھا۔ ہر شخص کی اپنی ایک رائے ہوتی ہے جو صحیح بھی ہوسکتی ہے اور غلط بھی، اشتیاق صاحب، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، پہ یقین رکھتے تھے۔ یعنی نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کو اپنا دینی فریضہ سمجھتے تھے۔ اس کام میں کوئی بدنیتی شامل نہ تھی وہ جو صحیح سمجھتے تھے وہی لکھتے تھے۔ اگر وہ کسی کے ہاتھوں کھیل رہے ہوتے تو اب تک ارب پتی ہوچکے ہوتے۔ ساری عمر جھنگ میں سفید پوشی کی زندگی نہ گزارتے۔ ۳۰/اگست (تیس اگست) کے ''بچوں کا اسلام'' کی دو باتوں میں اشتیاق صاحب یہ بھی لکھتے ہیں کہ جب میری طبیعت خراب ہوئی تو میں نے سوچا کہ کس کس سے میں نے کام کے سلسلے میں پیسے لیے ہوئے ہیں۔ قرض دار مرنا کتنا خوفناک ہے۔

''اشتیاق احمد'' اپنی آپ بیتی میں لکھتے ہیں کہ ''اُنھوں نے اپنے دورِ مصنفی میں کس کس طرح دھوکے کھائے۔ پبلشر حضرات نے کس طرح ان سے فیض اٹھایا۔ مگر انھیں جائز ثمرات سے بھی محروم رکھا۔ بعض دوستوں اور مداحوں نے بھی دھوکہ دیا۔ ''اشتیاق احمد'' کے پرستار اس بات پہ خوش ہیں کہ وہ دھوکہ کھانے والوں میں تھے دھوکہ دینے والوں میں سے نہیں۔

کسی دانا کا قول ہے: ''اس سے مت ڈرو جو تم سے بدلہ لینے کی پوزیشن میں ہے بلکہ اس شخص سے ڈرو جس نے اپنا معاملہ اللہ پہ چھوڑ دیا''۔

اشتیاق صاحب نے اپنے معاملات ہمیشہ اللہ پہ چھوڑے لہٰذا ان شاء اللہ اس کا اجر اِنھیں اگلے جہاں میں ضرور ملے گا (آمین)

اشتیاق احمد سے ابن صفی کے کرداروں پر ایک ناول لکھوایا گیا تھا جو وہ لکھنا نہیں چاہتے تھے بقول ان کے جس کے کردار اُسی کو ساجھے۔ سنا ہے کہ اب کچھ لوگ اشتیاق صاحب کے کرداروں ''انسپکٹر جمشید'' ''انسپکٹر کامران مرزا'' وغیرہ پہ لکھنے کے لیے پر تول رہے ہیں۔ اس ضمن میں اشتیاق احمد کے صاحب زادے نوید احمد مرحوم نے کہا تھا:

''یہ تو اب ہوگا......ہم کس کس کو روک سکتے ہیں، ابو کی زندگی میں ہی کچھ لوگوں نے ان کے کرداروں پہ لکھنا شروع کردیا تھا''۔

لوگ اپنی سی کوشش ضرور کریں لیکن حقیقت یہ ہے کہ نہ ہی اشتیاق صاحب ابن صفی کی جگہ لے سکتے تھے اور نہ اشتیاق صاحب کی جگہ کوئی نو آموز (نیا آنے والا) قلمکار لے سکتا ہے۔ اشتیاق احمد رحمۃ اللہ علیہ کا کام اور نام ہمیشہ ان کے مداحوں کے دلوں میں زندہ رہے گا ان شاء اللہ تعالیٰ!

ایک روشن دماغ تھا، نہ رہا
شہر میں اک چراغ تھا، نہ رہا